ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

اکتوبر 2022ء - ربیع الاول 1444ھ

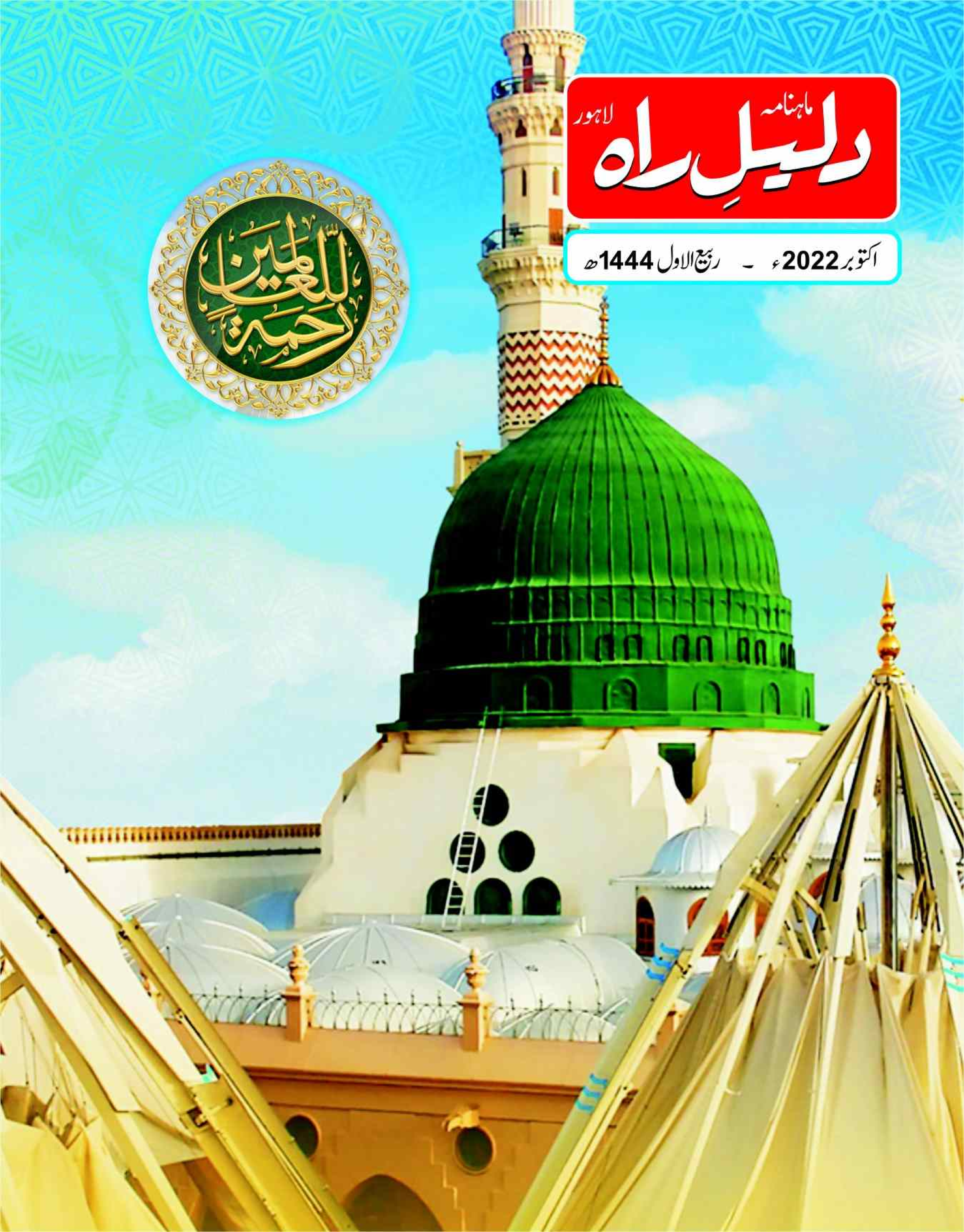

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

شمارہ 10 | اکتوبر 2022ء | جلد 30

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

ہرچہ من در بزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت شریف	اسلم ساگر	2
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	3
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	6
4	درس حدیث	حافظ سخی احمد	10
5	ہدیۂ حروف	سید ریاض حسین شاہ	12
6	جشن میلاد مصطفی ﷺ	حافظ کریم اللہ چشتی	14
7	سلام ان پر	مسرور کیفی	17
8	محمد ﷺ کی مبارک آمد	آصف بلال	19
9	حکمت قرآن	سید ریاض حسین شاہ	21
10	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	طارق مجاہد جہلمی	24
11	صبح بہاراں	ذیشان کلیم معصومی	27
12	ہدیۂ حروف	سید ریاض حسین شاہ	29
13	عید میلاد النبی اور قائد اعظم	ظفر علی راجہ	30
14	خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	محمد احمد غزالی	31
15	قطب الہند رحمۃ اللہ علیہ	سائیں نذیر حسین	33
16	سنابل نور	سید ریاض حسین شاہ	35
17	صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن	ماسٹر احسان الٰہی	36
18	پیغام	سید ریاض حسین شاہ	39
19	یادیں باتیں	حافظ شیخ محمد قاسم	40

مشیر ادارت

ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز

- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- حافظ سخی احمد
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف • شیخ محمد راشد

ادارتی معاونین

- ابو محی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- حافظ محمد عفان منظور

قیمت فی شمارہ

30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ

450/= روپے

بیرون ملک سالانہ

150 ڈالر، 80 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

آپ ﷺ کی آمد مسرت کی نوید
آپ ﷺ کی آمد ہے سب عیدوں کی عید

آپ ﷺ کی آمد ہے اک روشن دلیل
آپ ﷺ کی آمد بہاروں کی رسید

مرحبا ماہ مبارک آ گیا
آپ ﷺ کی آمد کا دن روزِ سعید

آپ ﷺ کی آمد سے خوشیاں چار سو
آج ہیں ماتم کناں قصرِ یزید

آج گھر گھر میں ہوا ذکر حبیب
آپ ﷺ کی ہر لب پہ ہے گفت و شنید

دل کی دھڑکن آپ ہی کے نام سے ہے
نام لیوا آپ کی ہر ایک ورید

کب کوئی ایسا عمل ہے میرے پاس
کر سکوں میں جس سے رحمت کی خرید

ہاں مگر روز جزا اس نعت پر
آقا کر دیں یہ مجھے جنت رسید

پاس میرے جز ندامت کچھ نہیں
اشک خود کرنے لگیں آنکھیں کشید

ہو عطا مجھ کو زیارت کا شرف
ہو کبھی مجھ کو عطا خیراتِ دید

میں کروں کیسے بیاں اوصاف کو
ہے قصیدا سارا قرآنِ مجید

آپ ﷺ کے ارشاد سے ''گویا'' ہیں سنگ
پانی پانی ہو گیا جیسے حدید

آپ ﷺ کی ہر شان پہلے سے بلند
دور اول ہو کہ ہو دورِ جدید

آپ پر تب بھی پڑھیں گے ہم درود
قبر میں ہے آپ کی آمد شنید

کام آئے گی شفاعت آپ کی
آپ ﷺ سے کچھ بھی نہیں ساگر بعید

اسلم ساگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میلادِ مسیّا مبارک ہو تمھیں

ربیع النور رحمت، برکت اور کرم کا مہینہ ہے۔ اس ماہِ مقدس میں عالم روح و معنیٰ کا آفتاب جبلِ ابوقبیس سے طلوع ہوا اور سراجِ مُنیر کی روشن کرنوں سے دیکھتے دیکھتے کائنات بقعۂ نور بن گئی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا میلاد و تولد ''ادیان'' کا ''سرِّ مکنون'' ٹھہرا۔ آپ کی ولادت کے تابناک لمحے اندھیروں کا دل چیرتے ہوئے حق و صداقت کا روشن نشان بن گئے۔ ارضِ مقدس کے ذرے ذرے کو ضوفشانیوں نے نہلا سجا کر مولود مبارک کے تلووں کے بوسے لینے کے لیے تیار کر دیا۔ صحیفوں نے بشارتوں کا زربفت کاشانۂ آمنہ رضی اللہ عنہا پر چھڑکا۔ نسیمِ صبح نے درودوں کے گجرے برسائے، قدسیوں نے سلاموں کے تحفے بانٹے، آسمانوں نے شہابوں کو شیطان کو بیوں کے لیے صف آرا کر دیا۔ میلاد مخالفین کی باتوں کو بدبودار سمجھا گیا۔ قرآن حکیم نے اپنے محبوب کی آمد کا اعلان خود لسانِ قدس سے کیا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

''اور بے شک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور روشن کتاب آئی''۔

میلادِ پیغمبر سے پہلے عیسٰی علیہ السلام یہ خوبصورت اظہار فرما چکے تھے:

''وہ آنے والا جب آئے گا سب دنیا کو وہ روشنی بخشے گا''۔

کتاب فصل نے جناب عیسٰی کی زبان سے کتنے خوبصورت موتی چنے:

''عنقریب میرا ایک شاگرد مجھے تیس سکوں کے عوض بیچ ڈالے گا۔ وہ شخص جو مجھے بیچ ڈالے گا وہ میرے ہی نام سے قتل کیا جائے گا، اس لیے کہ اللہ مجھے زمین سے اوپر اٹھا لے گا اور بے وفا کی صورت بدل دے گا۔ جب مقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائیں گے وہی مجھ سے دھبے دور کریں گے،

اللہ یہ اس لیے کرے گا کہ میں نے مسیّا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے، وہ مسیّا جن کی بعثت سے میں پہچانا جاؤں گا۔ یاد رکھو میں زندہ ہوں میں زندہ ہوں''۔

انجیل برنباس نے کتنا سکون افزا، روح پرور اور ایمان ساز اعلان کیا:

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ چانداس نبی کے بچپن میں سلانے کے لیے لوریاں دے گا اور جب وہ رسول بڑا ہو گا تو چاند کو اپنی دونوں ہتھیلیوں سے پکڑے گا''۔

انجیل ہی کا بیان ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس رات کی صبح دنیا میں تشریف لانا تھا عیسیٰ علیہ السلام اس رات شب بیداری فرماتے تھے اور اپنے ماننے والوں کو سمجھاتے تھے:

''میلاد کی رات مسیّا رسول کے زمانے میں سالانہ جوبلی ہوگی''۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُمتیوں کو اس روزِ روشن اور شبِ تابندہ سے قیامت تک مستفید ہوتے رہنا چاہیے اور میلی باتیں زبان سے ادا نہیں کرنی چاہییں۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ ولادت کی خوشیوں کو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود منایا ہے۔ آپ پیر والے دن روزہ رکھتے۔ آپ سے اس روزہ کا راز جب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''یہ میرے میلاد کا دن ہے، میں شکر کا روزہ کیوں نہ رکھوں''۔

اس ماہِ منور میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کثرت سے ذکر کریں

ان پر درود بھیجیں

اور سلام کی کثرت کریں

محبت کا تقاضا تو یہی ہے ہر عمل کی بنیاد میں عشقِ رسول کی خوشبوئیں موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

''فرما دو! اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت سے ہاں اسی سے چاہیے کہ وہ خوشیاں منائیں''۔

اہلِ محبت محبوب مسیّا کی نسبتوں سے دور رہ ہی نہیں سکتے اس نہج پر تربیت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے فرمائی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

یا سیدی یا رسول اللہ!

میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ میری مدد فرمائیں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمانے لگے:

''اس وقت تو نہیں تم کل دو پہر کے وقت میرے پاس آنا اور ایک لکڑی اور کھلے منہ والی ایک شیشی لے کر آنا اور دستک دے کر اندر آنے کی اجازت مانگنا''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بازوؤں سے اپنا پسینہ جمع کرنے لگے یہاں تک کہ شیشی بھر گئی، فرمایا:

''یہ لو اور اسے لے جاؤ جب تمہاری بیٹی خوشبو لگانے کا ارادہ کرے تو اس لکڑی کو اس شیشی میں ڈبو لے پھر وہ خوشبو استعمال کرے''۔

حدیث شریف میں ہے کہ وہ لڑکی جب خوشبو لگاتی تو تمام اہلِ مدینہ کو وہ خوشبو پہنچتی۔ لوگ ان کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ خوشبو والوں کا گھر ہے۔

محبت والوں کی تہذیب، عشق والوں کا تمدن اور آتش چاہت والوں کی ادائیں ہمیشہ سے یہی رہی ہیں کہ وہ ذہنوں کا ترفع، روحوں کی بالیدگی اور دلوں کا تزکیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے جوڑتے رہے ہیں۔ مسلم معاشرے کو یہ نسبتیں ہمہ دم زندہ رکھنی چاہییں اور اپنی نسلوں کو عشقِ رسول، اطاعتِ نبی اور احیائے نسبتی کی خوشبوؤں سے معنبر اور معطر رکھنے کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے۔

مسیّا کی نگری سلامت رہے
مسیّا کی بستی معطر رہے
مسیّا کی نسبت معنبر رہے
کوچہ بکوچہ میلادِ مسیّا ہوتا رہے
سانسیں
اور
دھڑکنیں
درودوں کے ورد پڑھتی رہیں
اور سلاموں کے نغمے گنگناتی رہیں
میلادِ مسیّا مبارک ہو تمہیں کو

سید ریاض حسین شاہ

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید وفرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز ومعانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 112 تا 116 کی تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ
اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا
يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ
الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٤﴾
وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾

''ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں بھی یہ پائے گئے الا یہ کہ انہیں اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی کا سہارا مل جائے وہ اللہ کا غضب ہی لے کر لوٹے اور اُن پر محتاجی اور بدحالی تھوپ دی گئی، یہ اس لیے ہوا کہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے، ایسا ہونا ہی تھا اس لیے کہ وہ نافرمان ہوئے اور سرکشی کرنے لگ گئے، وہ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے لوگوں کی ایک جماعت فرمانبردار بھی ہے جو رات کے مختلف حصّوں میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے رہتے ہیں درآنحالیکہ وہ سجدہ کناں ہوتے ہیں، وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا شمار نیکوکاروں میں ہوتا ہے اور وہ جو بھی نیکی کرتے ہیں تو ہرگز اس کی ناقدری نہ ہوگی اور اللہ تمام تقویٰ داروں کا خوب جاننے والا ہے، بے شک جن لوگوں نے انکارِ حق کر دیا ان کے مال اور ان کی اولادیں انہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکیں گی اور وہ دوزخی ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے''۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ
النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ
بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿١١٢﴾

''ان پر ذلت مسلط کر دی گئی جہاں کہیں بھی یہ پائے گئے الا یہ کہ انہیں اللہ کی رسی اور لوگوں کی رسی کا سہارا مل جائے وہ اللہ کا غضب ہی لے کر لوٹے اور اُن پر محتاجی اور بدحالی تھوپ دی گئی، یہ اس لیے ہوا کہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے، ایسا ہونا ہی تھا اس لیے کہ وہ نافرمان ہوئے اور سرکشی کرنے لگ گئے''۔

آیت میں یہود کا نام تو نہیں لیا گیا لیکن قرائن بتاتے ہیں کہ اشارہ انہی کی دائمی ذلتوں اور رسوائیوں کی طرف کیا گیا ہے۔ اسلوب کا عموم یہ بھی بتاتا ہے کہ قرآنی اور اسلامی ضوابط جو ارتقا اور عروج کی طرف محو پرواز کر دیتے ہیں کسی ایک قوم کے ساتھ معلق نہیں کیے جا سکتے، جیسے آکسیجن اور ہائیڈروجن کے معین مقدار میں ملنے سے پانی بنتا ہے ایسے ہی قرآن کی راہ چلنے سے عظمت وفضلیت کی جنتیں ملتی ہیں اور اس راستہ سے منہ موڑنے پر ذلت ومسکنت ہمیشہ کے لیے زندگی کے ایک ایک لمحہ پر اپنا تسلط جما لیتی ہے۔ قرآن مجید کی یہ آیت یہود کے بارے میں عموماً اور ''اعداالدین'' کے بارے میں خصوصاً یہ اعلان کرتی ہے کہ صرف دو صورتیں ہیں کہ یہ لوگ ذلت اور رسوائی کی مہر کو مٹا سکتے ہیں:

☆ پہلی صورت تو یہ ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کر لیں، اس سے رابطہ جوڑ لیں اور اس کی بندگی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں ''بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ'' اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا وہی چیز ہے جو مسلمانوں کے لیے کہی گئی تھی کہ ''وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ، اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو''۔

☆ اور دوسری صورت یہ ہے کہ لوگوں کی رسی پکڑ لینا یعنی ان کے ساتھ کسی عہد اور معاہدے میں آ جانا۔

پہلی صورت ایمان کی بنتی ہے اور دوسری صورت کسی کے امان میں آ جانے کی ہے۔

''ثُقِفُوْٓا'' میں باریک اشارات

''ثقف'' کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو آیت فہم وذکاء کے چند مزید مفہومات سے بہرہ مند کر دیتی ہے۔

''الامثل'' کا مؤلف لکھتا ہے (387):

''الثقاف'' کا بنیادی معنیٰ جھگڑنا اور تلوار چلانا ہوتا ہے۔

تاج العروس میں صراحت ہے کہ وہ آلہ جس سے نیزے سیدھے کیے

جائیں وہ ''ثقاف'' کہلاتا ہے(388)۔

راغب اصفہانی نے خامہ فرسائی کی اور مصطفوی نے اس کی تائید کی کہ ''ثقف'' کا معنیٰ بھانپ لینا ہوتا ہے۔ کسی چیز کی دریافت میں مہارت ہونا ''ثقفہ'' ہوتا ہے۔ ایک قبیلے کا نام ''ثقیف'' تھا۔ یہ کھوجی لوگ تھے۔ حذاقت اور ذہانت سے کسی امر کی تہہ تک رسائی حاصل کر لینا(389)۔

''ثقافت'' کا مفہوم بھی یہ ہے کہ وہ امور جن میں مہارت کی وجہ سے کوئی ایک قوم دوسری قوموں سے فائق نظر آئے۔ ثقافت کا اولین ادوار میں اطلاق نیزوں اور تیروں کے مہارت کے ساتھ استعمال پر ہوتا تھا(390) لیکن آہستہ آہستہ جب حقیقتیں گم ہو جاتی ہیں قوموں کے پاس محض شعر گوئی، گانے، ناچ اور موسیقی ہی بچتی ہے۔ آیت میں اگر ''ثُقِفُوْٓا'' کا معنیٰ حذاقت سے سمجھا جائے تو مفہوم یہی ہوگا کہ یہودی کسی مہارت یا صلاحیت کے بل بوتے پر قائم نہیں رہتے ان کے لیے کسی خارجی رسی کا سہارا ضروری ہوتا ہے۔

قوموں کی تاریخ معکوس کر دینے والے جرائم

قرآن مجید کی یہ آیت ان جرائم کی بھی نشان دہی کرتی ہے جو قوموں پر مسکنت اور ذلت کو مسلط کر دیتے ہیں۔ مسکنت کا معنیٰ کمزوری اور احتیاج کی وجہ سے حرکات سے محروم ہو جانا ہے۔ مسکنت صرف مال اور دولت ہی میں کمزوری نہیں اخلاق اور روحانیت میں بھی پسماندہ ہو جانا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذلت باہر سے مسلط کی جاتی ہے اور مسکنت کسی شخص کی اندر کی کم مائیگی ہوتی ہے۔ وہ لوگ کتنے بدقسمت ہوتے ہیں جو ظاہر اور باطن ہر طرف سے لٹ جاتے ہیں اور خدائی غضب ان پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

مکروہ جرائم جو تباہی اور بربادی کی مذلتوں میں گرفتار کر لیتے ہیں وہ تین ہیں:

(1) کفر اور انکار حق

(2) انبیاء اور روحانی پیشواؤں کا ناحق قتل

(3) زیادتیوں، تعصّبات اور ظلم وستم اور تجاوزات کے ارتکابات

اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور ناراضگی سے محفوظ فرمائے۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ وَھُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿١١٣﴾

''وہ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے لوگوں کی ایک جماعت فرمانبردار بھی ہے جو رات کے مختلف حصّوں میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے رہتے ہیں درآنحالیکہ وہ سجدہ کناں ہوتے ہیں''۔

ربط وضبط

علامہ بقاعی نے لکھا(391):

''یہود مدینہ کے دوگروہ ہو گئے۔ اکثر تو اپنی ضد پر قائم رہے مگر قلیل سے لوگ ایسے ضرور تھے جو ایمان لے آئے۔ گزشتہ آیات میں ڈھیٹ لوگوں پر غضب کا ذکر تھا اس آیت میں مومنین پر رحمتوں کا ذکر ہے''۔

مفتی احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں(392):

''پچھلی آیات میں کتابیوں کے بُرے اعمال کا ذکر تھا اس آیت میں مومن اہل کتاب کے اچھے اعمال ذکر کیے جا رہے ہیں''۔

ابن عاشور نے لکھا(393):

''قرآن مجید عصبیتوں کو ابھارنے والی کتاب نہیں اس سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ جو اہل کتاب میں سے قرآن کی طرف بڑھے اس آیت میں ان کی اچھی خصلتوں کو تسلیم کی سند دی جا رہی ہے''۔

شانِ نزول

حضرت عبداللہ بن سلام دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو فضا سازگار ہوئی اور اہل کتاب میں سے مزید کچھ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مفسرین نے لکھا ہے: ظہور اسلام سے پہلے بھی نجران کے چالیس لوگ، حبشہ کے بتیس اور روم کے تین آدمی تلاش حق میں عیسائی ہوئے لیکن جونہی زمانۂ اسلام پایا وہ سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تو یہود طعن و تشنیع کرتے اور نومسلم لوگوں کو بدتر کہتے۔ اس آیت میں قرآن حکیم نے نظریاتی حسن سے زندگی آراستہ کرنے والوں کی تعریف فرمائی(394)۔

وہ سب برابر نہیں

جمالیاتی ادب کا حسین مرقّع ہے جو قرآن حکیم اپنے ماننے والوں کے سامنے آراستہ کر دیتا ہے اور روحانی عدل کی خوبصورت تصویر ہے جو قرآن حکیم کے زیر تربیت لوگوں کے دلوں میں اتر جاتی ہے۔ قرآن حکیم کہتا ہے: سلیم الفطرت شخص جس کے ضمیر کا ہما بلندیوں پر پرواز کرتا ہو، بے ضمیر لوگوں کے کبھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اسلام لانے والے اور اسلام قبول نہ کرنے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن حکیم کہتا ہے اہل کتاب تمام کے تمام ایک جیسے نہیں، ان کے قافلے میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کا شمار نیک طینت افراد میں ہوتا ہے۔ وہ لوگ ایمان و اطاعت پر ثابت قدم ہیں۔ ان کی حیاتِ نیم شبی تلاوتِ آیات میں بسر ہوتی ہے۔ وہ اپنے ربّ کے سامنے سربسجود ہونے والے لوگ ہیں۔

سمجھنے والی بات یہ ہے کہ قرآن حکیم یہودی نسل کی مذمت یہودی ہونے کی وجہ سے نہیں کرتا نہ ہی ان کے خون کو خراب کہتا ہے۔ قرآن حکیم یہودیوں کے بُرے اعمال، فاسد سوچوں اور مکروہ عزائم کی نشاندہی ضرور کرتا ہے لیکن ان میں ان فضیلت مآب لوگوں کی عزت اور تکریم کی بات کرتا ہے جنہوں نے فاسد اور گھٹیا گروہ سے خود کو جدا کر کے جنت کی راہ لگا دیا ہو۔ اسلام رنگوں، نسلوں اور عصبیتوں پر یقین نہیں رکھتا، ایمانی روحانیت اور روحانی اخلاقیت کی بنیاد پر تربیت کرتا ہے۔ اس آیت میں قرآنی تربیت کی خوشبو اپنے عروج پر محسوس ہوتی ہے۔ اسلام میں مشخصات رکھنے والے یار نہیں دیکھے جاتے، یارانے کی خوشبو کو اہمیت دی جاتی ہے۔ یہاں لوگوں کی ضدوں کا انتخاب نہیں ہوتا اسوۂ حسنہ کے رنگوں کا میلہ ہوتا ہے۔

کوئی آئے کوئی جائے کوئی روئے کوئی گائے
کوئی کھوئے کوئی پائے میلہ رکنے نہ پائے

اسلام زندہ باد (ساحر لدھیانوی)

آیت کا اہم عنوان

ابوالحسن واحدی نے ''التفسیر البسیط'' میں ایک اہم عنوان اٹھایا ہے(395)۔ ''اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ'' بلاشبہ آیت تعبیری حسن کے ساتھ جب مطلع شہود سے جلوہ گر ہوتی ہے تو زمین پر ایک اُمت نظر آتی ہے جس کی صفت ''متمیز ہ'' قائمہ ہونا ہے۔ یہاں قاریٔ قرآن کی مرضی ان کو جس لقب سے یاد کرلیں۔ یہ ان کی مرضی ہے انہیں خیر اُمت کہہ لیں، انہیں متحرک جماعت کا لقب دے دیں، انہیں ''اُمت صحابہ رضوان اللہ عنہم'' کہہ لیں یا انہیں ''اہل البیت'' کے عنوان سے یاد کرلیں۔قرآن حکیم انہیں ''قائمہ'' ایک بلند افق پر بٹھا کر دعوت دیتا ہے لوان کی زیارت کرلو یہ کیسے لگتے ہیں، کیا اس بلندی تک کوئی اور پہنچا ہے، کیا ان سے بلند کوئی اور ستارا دیکھا ہے۔قرآن مجید کی آنے والی آیت کی تعبیر وتفسیر میں وہ خصائص نذرِ قارئین کیے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے غلامان رسالت کو ودیعت کیے تھے۔واللہ اعلم

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

''وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کا شمار نیکوکاروں میں ہوتا ہے''۔

قرآن مجید کی اس آیت میں عمومی طور پر ان صفات کی یافت ہے جو غلامان رسول کو باطنی طور پر مستحکم کرتی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ ان اوصاف حمیدہ کی خوشبو اولین طور پر رحمت عالم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں پائی جاتی تھی۔ خصوصاً وہ صحابہ جو اہل کتاب سے اسلام کی طرف مراجعت اختیار کرکے آقا ﷺ کے قدموں میں آکر بیٹھے تھے۔قرآن مجید اصالتہً اپنے تمام مخاطبین اور مستعرفین میں ان محامد کی خوشبو دیکھنا چاہتا ہے۔ضرورت عملی اور روحانی زندگی میں اصابت اور ثبات لانا ہے۔

پہلی صفت

قرآن مجید کی دعوت غلامان رسول کو ''اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ'' بنانا چاہتی ہے۔علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ ''اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ'' کا مطلب عدل اور انصاف پر قائم جماعت ہوتی ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس صفت کا اطلاق اللہ کے امر پر قائم ہونے سے کرتے تھے (396)۔مفسرین نے کتاب اور حدود پر قائم ہونے کا معنیٰ بھی لکھا ہے (397)۔خازن نے نماز قائم کرنے کا معنیٰ لکھا ہے (398)۔ابن کثیر نے شریعت کی پابندی ذکر کی ہے (399)۔معالم التنزیل نے حق پر قائم ہونا لکھا ہے (400)۔اہل کتاب کی تاریخ کے تناظر میں ''اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ'' کا معنیٰ ہوگا ایسی قوم جو حضور ﷺ کی نعتیں اور صفتیں چھپاتی نہ ہو بلکہ آپ سے محبت کے مسلک پر دل جمعی سے قائم ہو۔

دوسری صفت

''اُمَّةٌ'' کی دوسری صفت تلاوت آیات بتائی گئی ہے۔تلاوت کا معنیٰ پیچھے ہونا ہوتا ہے، اتباع بھی تلاوت ہے۔تلاوت کرنے والا پہلے تو الفاظ پڑھ کر حروف کے چراغاں سے زندگی کی راہیں منور کرتا ہے پھر آیات کے عملی تقاضے پورے کرکے تلاوت کی معنویت کا نور زندگی میں سمو لیتا ہے اور آیات کے روحانی جلووں میں ڈوب جاتا ہے اور پھر یہ خوشبوئیں آفاق کی بستی میں رہنے والے ایک آدمی تک پہنچاتا ہے۔ یہ سب مفاہیم تلاوت آیات کے معنوی جلوے ہیں جو قرآن مجید کے چاہنے والوں ہی کو اللہ عطا فرماتا ہے۔

تیسری صفت

آیت میں ''یَسْجُدُوْنَ'' سے مراد نماز قائم کرنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نماز تہجد قائم کرنا ہے۔خازن وغیرہ نے لکھا کہ آیت میں سجدہ کی نماز سے مراد عشاء کی نماز قائم کرنا ہے (401)۔روح البیان نے لکھا یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مغرب کے بعد بارہ رکعت نماز اوابین پڑھتے تھے (402)۔بعض مفسرین نے لکھا کہ سجدہ سے مراد خشوع ہے۔درمختار نے لکھا کہ اوابین مغرب کے بعد چھ رکعات نفل ادا کرنے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعت ادا کیں اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا (403)۔

چوتھی صفت

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہے۔عقیدۂ توحید اور آخرت پر یقین بندے کو بندگی کا جمال عطا کردینے والے عقیدے ہیں۔ وہ شخص جو توحید پر ایمان نہیں رکھتا، وہ رسالت کو بھی نہیں مانتا اور آخرت پر عدم یقین انسان کو فکر صحیح سے محروم کردیتا ہے۔

پانچویں صفت

اُمہ قائمہ کا ہر فرد صرف اپنی اصلاح پر ہی قناعت نہیں کرتا بلکہ دوسروں کی زندگی کو بھی فلاح وصلاح کی روشنیوں سے منور کرنے کے لیے بے تاب ہوتا ہے۔ وہ اچھے مشوروں سے لے کر ہدایت کے خوبصورت تحفوں تک ہر خیر کا نفع دوسرے افراد کو پہنچانے کی سعی کرتا ہے۔معروف عرف سے ہے اور عرف مرغ کی کلغی کو کہتے ہیں۔ یہ مرغ کا تاج ہوتا ہے، اس کی غیرت کا نشان ہوتا ہے اور اس کی عادات کا فطری پرچم ہوتا ہے۔ نیکی کو معروف کا نام دے کر قرآن مسلمانوں کی فطرت کو لفظوں میں منعکس کردیتا ہے کہ وہ عادات سے لے کر دستور تک ہر معاملہ میں رحمت عالم ﷺ کی خوبصورت زندگی کا نشان اور علامت ہوتے ہیں اور اسی کی وہ تبلیغ کرتے ہیں۔قرآن حکیم ان شعائر اور عزائم کو اُمت قائمہ کی صفت لازم قرار دیتا ہے کہ مسلمان کبھی بھی اس فریضۂ زندگی کی ادائیگی میں تساہل نہیں برت سکتے۔

چھٹی صفت

اُمت قائمہ کی چھٹی صفت منکرات کے جہاں کو نیست ونابود کردینا ہے، ہر برائی کے سامنے ''روک'' پیدا کرنا ہے۔اپنی ذات کے منکرات سے لے کر حکومتوں کے مظالم تک ہر بدی کو ختم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ آیت میں منکرات سے منع کرنے کا خاص اشارہ کس طرف ہے۔ التفسیر الشامل کے مؤلف نے ٹھیک لکھا کہ اُمہ قائمہ کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ شرک سے روکیں اور وہ لوگ جو محمد ﷺ کی نبوت سے انکار کرتے ہیں انہیں روکیں اس

لیے کہ معروف کی اساس توحید پر ایمان ہے اور محمد ﷺ کی رسالت اور ان کے اوصاف اور کمالات کو تسلیم کرنا ہے(404)۔

ساتویں صفت

اُمہ قائمہ کی صفات میں ضمنی طور پر یقین کی صفت بھی سامنے آتی ہے۔ حصول یقین کے بغیر ''قائمہ'' ہونے کا وصف پھیکا رہتا ہے۔ مومنانہ یقین ہی عظمتوں کا ہمالہ نصیب کر دیتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب نور دل میں آتا ہے تو اس میں کشادگی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس کی نشانی کیا ہے؟ ارشاد ہوا آخرت کی رغبت، دنیا سے نفرت اور موت سے پہلے اس کی تیاری۔ شیخ ابو طالب مکی نے لکھا کہ یقین سے مقامات پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''یقین ایمان ہے''۔ اللہ تعالیٰ کے دین پر یقین ایمان ہی کا کرشمہ ہوتا ہے۔

آٹھویں صفت

اُمت قائمہ کی آٹھویں صفت ''یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ'' ہے۔ وہ نیکیوں میں سبقت لے جانے کے لیے جلدی کرتے ہیں۔ خیرات سے اشارہ ہر قسم کے نیک اعمال کی طرف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ سستی یا غفلت سے نیکیاں نہیں کرتے بلکہ شوق، رغبت اور ذوق کے ساتھ کرتے ہیں اور اس راہ شوق میں دوسروں سے آگے نکل جانے کی روحانی طمع رکھتے ہیں۔

نویں صفت

خوبصورت اور عظیم لوگوں کی ایک وصفی کیفیت بتائی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ ربّ تعالیٰ کی طرف سے غلامان رسول کو یہ خطاب ایک بڑا خطاب ہے، اس لیے کہ قرآن حکیم میں اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل کا ذکر کر کے انہیں صالحین سے قرار دیا گیا۔ سلیمان علیہ السلام کی دعا مذکور ہوئی کہ ربّ کریم مجھے اپنے صالح بندوں میں شامل فرما دے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صلاحیت ساز وظیفہ قرآن حکیم سے وابستگی ہے، کتاب اللہ کی تلاوت ہے، عبادت میں انہماک ہے، تقویٰ کی راہ چلنا ہے، رحمۃ للعالمین کی نعتیں تلاوت کر کے ایمان رسالت مضبوط کرنا ہے، نیکی کا حکم دینا ہے، برائی سے منع کرنا ہے اور خیرات اور بر و احسان کا نظام نافذ کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہونا، تعصّبات اور عصبیتوں سے نفوس کو بچانا ہے۔ یہ وہ لطائف ہیں جن سے ارتباط مسلمانوں کو مضبوط اور مستحکم کر دیتا ہے۔

واللہ اعلم

وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

''اور وہ جو بھی نیکی کرتے ہیں تو ہرگز اس کی ناقدری نہ ہوگی اور اللہ تمام تقویٰ داروں کا خوب جاننے والا ہے۔ بے شک جن لوگوں نے انکارِ حق کر دیا ان کے مال اور ان کی اولادیں انہیں اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکیں گی اور وہ دوزخی ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے''۔

شانِ نزول

علامہ صاوی، آلوسی اور خازن نے شان نزول میں دو روایات نقل کی ہیں (405):

☆ پہلی روایت یہ نقل کی کہ ان آیات کا نزول حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں ہوا۔ یہود نے جب ان کے خلاف طعن و تشنیع کا طوفان اٹھایا کہ تم لوگوں نے بڑے خسارے کا سودا کیا ہے، ہدایت دے کر گمراہی خرید لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو روح میں اتارنے والے مخلصین کو تسلی دی کہ تمہاری بھلائیوں کی ناقدری ہرگز نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اخلاص و تقویٰ سے خوب آگاہ ہے جنھوں نے علم صحیح کے نور کی اتباع کی اور محمد ﷺ کی محبت اور اطاعت کو منزل بنا لیا۔

☆ دوسری روایت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے مشرکین خصوصاً ابوجہل نے اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لیے بے دریغ اپنے اموال خرچ کرنے شروع کر دیے، اسی طرح یہود و نصاریٰ نے بھی ہجرت کے بعد اپنی دولتیں اسلام کو مٹانے کے لیے کھپا دیں۔ محل ملاعنت کہ وہ اپنی سفلی کوششوں کو بھی باعثِ اجر و ثواب جانتے تھے۔ ان دونوں آیات کے مضامین کو مندرجہ بالا روایات کی روشنی میں پڑھا جائے۔

صالحین بھی اور متقین بھی

قرآن مجید کی زیر تفسیر آیات میں پہلی آیت ''اُمت قائمہ'' کی دسویں صفت اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی۔ گزشتہ آیت میں انہیں صالحین کہا گیا تھا اس آیت میں انہیں متقین کہا گیا۔ یہ مدح اور تعظیم میں خوبصورت ترین انعام ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس گروہ کے بارے میں کہا گیا کہ ان کی بھلائیوں اور نیکیوں کا کفران نہیں ہوگا۔ کفر کا مطلب انکار کرنا بھی ہوتا ہے اور چھپانا بھی ہوتا ہے، اسی لیے عربی میں چھلکے کو ''کفریٰ'' کہتے ہیں، اس لیے کہ وہ مغز کو چھپا کر رکھتا ہے۔ ایک خوشبو ہے جس کا نام کافور ہے اسے کافور اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنی تیز خوشبو سے دوسری خوشبوؤں کو چھپا لیتی ہے۔ عربی میں ٹائر کو ''کفرہ'' کہتے ہیں اس لیے کہ وہ ٹیوب کو ڈھانپ لیتا ہے(406)۔ ناشکری کو کفران اس لیے کہتے ہیں کہ ناشکرا شخص ربّ کی نعمتوں کا انکار کر دیتا ہے، وہ نعمتوں کو چھپاتا ہے۔ زیر تعبیر آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اُمت قائمہ کی کسی بھلائی اور نیکی کی ناقدری نہ ہوگی اور نہ ہی ان کی مساعی کے اثرات چھپے رہیں گے گویا لفظوں میں اُمت مسلمہ کے اعمال و مساعی پر نتیجہ خیزی کی ضمانت دی گئی۔

دوسری آیت پہلے تو کافرین، منکرین، مشرکین اور ملحدین کے اعتقادی، اخلاقی اور تحریکی رویوں کو بے نقاب کرتی ہے کہ یہ لوگ اپنی افرادی قوت اور اقتصادی قوت کو اپنے لیے نجات دہندہ تصور کرتے ہیں۔ اولاد افرادی قوت کا نشان ہے اور اموال اقتصادی طاقت کی علامت ہے۔

باقی صفحہ 18 پر

إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ

حافظ سخی احمد

حَدَّثَنَا الحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى المِنْبَرِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: »إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ

’’ہمیں حمیدی عبداللہ بن الزبیر نے بیان کیا اور اور اُن سے سفیان نے بیان کیا اور اُنہیں یحیٰی بن سعید انصاری نے بیان کیا اور وہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابراہیم التیمی نے خبر دی کہ اُنہوں نے علقمہ بن وقاص اللیثی کو سُنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اعمال کا دارومدار نیتوں ہی پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب ہے تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی جانب ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہے کہ اسے کمائے یا عورت کے لیے ہے کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت انہی کی جانب ہے‘‘۔

امام بخاری علیہ الرحمہ چھ واسطوں سے یہ فرمان رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ الحمیدی جن کا نام ابوبکر عبداللہ بن الزبیر ہے اور یہ قرشی الاسدی ہیں اور ان کا وصال 219 ہجری میں مکہ میں ہوا۔

2۔ سند میں دوسرے راوی حضرت سفیان بن عیینہ ہیں جو امام حدیث و امام فقہ ہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں سے ہیں۔

3۔ سند میں تیسرے راوی یحیٰی بن سعید انصاری ہیں۔ یہ مشہور تابعی ہیں۔ ان کا وصال 104 ہجری میں ہوا۔

4۔ چوتھے راوی حضرت محمد بن ابراہیم ہیں جن سے کثیر احادیث روایت کی گئی ہیں۔ ان کا وصال 120 ہجری میں ہوا۔

5۔ پانچویں راوی حضرت علقمہ بن وقاص اللیثی ہیں۔ بعض ان کا شمار صحابہ میں کرتے ہیں جبکہ علماء کی اکثریت انہیں تابعین میں شامل کرتی ہے۔

6۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنو عدی سے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فاروق کا لقب عطا فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت شدہ احادیث کی تعداد 537 ہے۔

حدیث پاک کی اہمیت

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"هذا الحديث ثلث العلم ويدخل فى سبعين بابا من الفقه"

یہ حدیث علم کا ایک تہائی حصہ ہے اور اس میں فقہ کے ستر ابواب داخل ہیں۔

آقا کریم ﷺ کا فرمان اس بات کی خبر ہے کہ انسان سے انہی اعمال کا صدور ہوتا ہے جن کی اس نے نیت کی ہوتی ہے۔ اگر خیر کی نیت کی ہوگی تو خیر ہی حاصل ہوگی، اگر نیت ہی بری ہوگی تو برائی ہی حاصل ہوگی۔ لہٰذا فی نفسہ عمل کی صلاح و فساد یا اباحت اس نیت پر منحصر ہے جس نے اس پر ابھارا اور اسے وجود میں لانے کا تقاضہ کیا اور عامل کا ثواب یا عقاب یا سلامتی اس نیت کے مطابق ہوگا جس کی بنا پر وہ عمل صالح یا فاسد یا مباح ہوا۔

نیت کی تعریف

لغت میں نیت کے معنیٰ ہیں "نوع من القصد والارادة" (ایک قسم کا قصد وارادہ)۔ اس ارادہ کا مقام دل ہے اسی لیے نیت کو "قصد القلب" کہا جاتا ہے۔

علماء کرام کے کلام میں نیت کے دو معانی مراد لیے جاتے ہیں۔

1۔ نیت کا ایک مفہوم فقہاء کرام میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے یعنی بعض عبادات کی بعض دوسری عبادات سے تمیز کے لیے جیسے نماز ظہر اور عصر میں یا پھر عبادات اور عادات میں فرق کے لیے جیسے غسل جنابت اور غسل فرحت وصفائی میں فرق کے لیے وغیرہ۔

2۔ نیت سے مراد عمل سے کیا مطلوب ہے۔ عمل سے مقصود محض اللہ تعالیٰ ہے یا کوئی غیر، یا پھر اللہ اور غیر اللہ دونوں اور یہ وہ نیت ہے جس پر عارفین علماء

اپنی کتب میں کلام کرتے ہیں جیسے اخلاص اور اس کے تابع ومتعلقہ امور اور یہ متقدمین سلف کے کلام میں بہت پایا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور سلف امت کے کلام میں جب نیت کا ذکر ہوتا ہے تو اس میں غالباً یہی دوسرا معنیٰ مراد ہوتا ہے۔ اس صورت میں نیت سے مراد ارادہ ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں اس کی تعبیر لفظ ارادے سے بہت کی گئی ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

مِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الدُّنۡيَا وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرِيۡدُ الۡاٰخِرَةَ (آل عمران:152)

''تم میں سے بعض کا ارادہ دنیا کا تھا اور بعض آخرت کا ارادہ رکھتے تھے''۔

ارادہ کی اسی اہمیت کو حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں بیان کیا گیا ہے:

إِنَّمَا يُبْعَثُ النَّاسُ عَلَى نِيَّاتِهِمْ

''لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق ہی اٹھایا جائے گا''۔

اسی طرح سے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا أُثِبْتَ عَلَيْهَا، حَتَّى اللُّقْمَةَ تَجْعَلُهَا فِي فِمِ امْرَأَتِكَ

''تم کوئی بھی چیز اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے مگر تمہیں اس پر ثواب دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس لقمے پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتے ہو''۔

نیت میں بگاڑ کی کچھ اقسام

1۔ عمل محض ریاء و دکھلاوا ہو۔ اس طرح کہ وہ اپنے عمل کو دنیاوی غرض کے لیے صرف و صرف مخلوق کو دکھانا چاہتا تھا جیسا کہ منافقین کا نماز میں حال ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاِذَا قَامُوۡۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوۡا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوۡنَ النَّاسَ وَلَا يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيۡلًا (النساء:142)

''اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں''۔

اس عمل کے بارے میں کسی مسلمان کو شک نہیں ہوسکتا کہ یہ ضائع ہے اور ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذاب وعقوبت کا مستحق ہے۔

2۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عمل تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے مگر اس میں ریاکاری کی مشارکت ہوجاتی ہے۔ اگر عمل کی اصل و بنیاد ہی میں ریاکاری کو شریک کیا ہو تو صحیح نصوص کی روشنی میں یہ عمل بھی باطل وضائع ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيهِ مَعِي غَيْرِي تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ

''میں تمام شریکوں سے بڑھ کر شرک سے بے نیاز ہوں۔ جس کسی نے کوئی عمل کیا اور اس میں میرے ساتھ کسی کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں''۔

اور اگر غیر ریا والی نیت شامل ہوجائے جیسے غیر ریاکاری والے جہاد کی نیت مگر اس خدمت کا اجرت لینا، یا غنیمت سے کوئی چیز لینے یا تجارت کی نیت اس وجہ سے ان کے جہاد کا اجر کم ہوجائے گا لیکن بالکل یہ باطل نہیں ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الغزاة اذا غنموا غنيمة، تعجلوا ثلثي اجرهم، فان لم يغنموا شيئا، تم لهم اجرهم

''اگر غازیوں کو مال غنیمت میں سے کچھ مل جائے تو انہیں دو تہائی اجر دنیا ہی میں مل گیا، اور اگر کچھ نہ پائیں تو ان کا اخروی اجر کامل ہوجائے گا''۔

3۔ اگر عمل اصلاً اللہ ہی کے لیے ہو پھر عمل کے دوران ہی اس پر ریاکاری طاری ہوجائے۔ اب اگر وہ اس سے لڑکر اسے دفع کردیتا ہے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں لیکن اگر وہ اس ریاکاری والے خیال کے ساتھ چلتا رہا تو کیا اس کا عمل ضائع ہوجائے گا یا پھر اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اسے اصل نیت پر ہی اجر ملے گا؟ اس بارے میں علماء سلف میں اختلاف ہے جیسے امام احمد بن حنبل اور ابن جریر الطبری نے بیان کیا ہے اور دونوں نے اسی کو راجح قرار دیا ہے کہ عمل باطل نہیں ہوگا اور اسے اپنی پہلی نیت پر ہی جزاء ملے گی۔ ابن جریر نے یہ بیان فرمایا کہ یہ اختلاف ایسے عمل کی نیت سے متعلق ہے جس کا اول و آخر حصہ آپس میں باہم مربوط ہو جیسے نماز، روزہ اور حج وغیرہ لیکن جہاں تک معاملہ ہے ان اعمال کا جن میں یہ ربط نہیں ہوتا جیسے قرأت قرآن، ذکر، انفاق مال اور نشر علم تو یہ ریاکاری کی نیت طاری ہونے کی وجہ سے منقطع ہوجائیں گے اور تجدید نیت کی ضرورت پڑے گی۔

4۔ اور اگر خالصتاً عمل اللہ تعالیٰ کے لیے کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین کے دلوں میں اس کی اس نیک عمل کی وجہ سے تعریف ڈال دی جسے سن کر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوش ہوا اور اسے بشارت سمجھا تو یہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔

اسی معنیٰ میں سیدنا ابوذر کی حدیث آئی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا:

أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يَعْمَلُ الْعَمَلَ مِنَ الْخَيْرِ وَيَحْمَدُهُ النَّاسُ عَلَيْهِ؟ قَالَ: تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ

''آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں کہ اگر ایک شخص خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی عمل خیر کرتا ہے لیکن لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو مومن کو (آخرت سے پہلے ہی) جلد ملنے والی بشارت ہے''۔

امام سہل بن عبداللہ التستری علیہ الرحمہ کا قول اس معاملے میں نہایت ہی احسن ہے:

ليس على النفس شيء اشق من الاخلاص، لانه ليس لها فيه نصيب"

''نفس پر اخلاص سے زیادہ کوئی چیز مشکل و پُرمشقت نہیں کیونکہ اس میں نفس کا کچھ حصہ ہی نہیں''۔

محکمہ اوقاف کے نام

اب کی بار جب دیے جلائیں اونچی رکھیں لو

آستانِ سیدنا داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ خاک پر چاند کا وہ ٹکڑا ہے جس کی روشنیاں دن بدن زیادہ ہو رہی ہیں۔ محکمہ قابلِ صد مبارک باد ہے کہ روایتی عرس کی تقریب میں نعتیہ زمزموں، تلاوتوں اور قول و گفت کی خوشبوئیں مہکائیں۔ ڈاکٹر حسن محی الدین کا خطاب جہاں بہار بداماں تھا۔ پیر سید عرفان شاہ مشہدی کی لنگر نوازی بھی روایت ساز بلکہ تاریخ ساز تھی۔ ویسے اس مرتبہ داتا کے کنبے قبیلے کے لوگوں سے محبت کی رسمیں الفتوں کے اسلوب میں نبھائی گئیں ہم تو خوف سے ہر سال بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حاضری گریزی کرتے رہتے ہیں لیکن اس مرتبہ پیر سید حسین الدین شاہ زیدہ مجدہ بھی وہاں صبحدم حدیث کی برکتیں بانٹتے دکھائی نہیں دیے اور میاں محمد ابوبکر زیب سجادہ آستانہ عالیہ شرقپور شریف کو بھی علم، تقویٰ اور سمجھداری کی سزا سہنی پڑی اور شنید یہ بھی ہے کہ صاحبزادہ دیوان احمد مسعود چشتی مدظلہ العالی کو بھی اپنے اسلاف کی عظیم تاریخ یاد کر کے دل گرفتہ ہونا پڑا۔

ایک بڑے آستانے نے تازہ تازہ اعلان کر دیا ہے ہمیں بریلوی نہ کہا جائے ہم بریلوی نہیں ہیں۔ ابھی اور خبریں آنے کا انتظار فرمائیں۔ وہ لوگ جو فطرت کی پاکیزہ تاریخ کے ساتھ چل نہ سکیں انہیں حق نہیں ہوتا کہ وہ زندہ رہیں۔

سو سال پر محیط فکری حکمرانی کرنے والے احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کا کوئی قصور نہیں، اب میں یہ جملہ کیسے ادا کروں:

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

یا پھر:

ناتوانوں کے نوالوں پر جھپٹتے ہیں عقاب

محققین، محدثین، مؤرخین اور علماء کے بیانات کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔ یوں بھی جل سکتی ہیں شمعیں اور یوں بھی ٹل سکتی ہے شبِ درد اور مسجد کو تلاوت اور نعتیہ ادب کے عروج کے لیے وقف کر دیا جائے اور وہ لوگ جو دھمال، قوالی اور سماع سے محبت رکھتے ہیں ان کے لیے ہال پہلے سے موجود ہے اور دھما چوکڑی والوں کے لیے کوئی اور جگہ مختص کر دی جائے۔ یوں داتا علی ہجویری علیہ الرحمہ کی روح کو اذیت نہ دینے کا منشور پورا ہو سکتا ہے۔ بہر حال یہ تو نہیں ہو سکتا اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا شاید غالبؔ نے کوئی ایسا ہی ماحول دیکھا ہوگا۔

زنار باندھ ، سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر

جو قوم تین دن ادب سے نہ رہ سکتی ہو اس قوم کے لیے سالہا سال تک کے لیے زندگی کو ادب میں ڈھالنا کتنا مشکل ہوگا۔

ڈاکٹر سید طاہر رضا بخاری آپ کی خدمت میں سلام و محبت کا ہدیہ، پریشانی، افسوس اور یاس کو ذہن سے جھٹک دیں۔ جو کچھ ان تقاریب میں ہوتا ہے کسی عہد کی ادبی، علمی، روحانی اور مذہبی فضا کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ اچھا ہے کوئی ہمیں سمجھ تو لے گا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:

"علم ادب کا کوئی موضوع نہیں ہوتا، جس کے عوارض اور احوال سے اثبات یا نفی کی بحث اٹھائی جائے۔ قوموں کے طور طریقے اور اظہارات ان کے ضمیروں کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں"۔

اللہ نگہبان

کارواں کا گمنام خادم
سید ریاض حسین شاہ

جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کی شرعی حیثیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

حافظ کریم اللہ چشتی

دنیاو آخرت کی تمام رحمتیں اور برکتیں اپنے دامن میں سمیٹے امن وسلامتی کا پیامبر بن کر ماہ ربیع الاوّل کا چاند طلوع ہو چکا ہے۔اس مبارک مہینہ کی بارہ تاریخ کو آج سے سوا چودہ سو سال قبل مکہ مکرمہ کی سرزمین پر حضرت سیدہ آمنہ کی جھولی میں سیدنا حضرت عبداللہ کے دریتیم سرور کائنات، فخر موجودات جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ نبی آخرالزمان ﷺ معلم کائنات، محسن انسانیت سرور دو عالم ﷺ بن کر دنیا میں تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کی بعثت اتنی عظیم نعمت ہے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی نعمت نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل سرزمین عرب برائیوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔اہل عرب میں ہرطرح کی برائی موجود تھی۔عرب کی سرزمین پر ہر جگہ کھلم کھلا بت پرستی ہوتی تھی۔لوگ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کی پرستش کرتے تھے انہیں اپنا خدا مانتے انہیں سجدہ کرتے تھے۔یہ بت پرستی اس حد تک بڑھ گئی کہ وہ خانہ کعبہ جسے زمین پر اللہ پاک کا پہلا گھر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔عرب کے لوگوں نے اس میں بھی 360 بت لا کر رکھ دیے۔عرب کے ہاں جب بیٹا پیدا ہوتا تو وہ لوگ خوشیاں مناتے تھے لیکن اگر اسی گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تو اس کا سوگ منایا جاتا تھا۔ جس گھر میں لڑکی پیدا ہوتی تھی وہ گویا معاشرے میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا تھا۔اس شرم سے بچنے کے لیے لوگ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے آقا ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ایک انقلاب آنا شروع ہو گیا۔خانہ کعبہ کے سب بت سجدہ میں گر پڑے۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ وہ بت جو کعبہ کے گرد تھے ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور سب سے بڑا بت منہ کے بل گر پڑا پھر یہ آواز آئی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنم دے دیا ہے اور ابر رحمت ان پر سایہ فگن ہو چکا ہے۔(مدارج النبوۃ) فارس کے ہزاروں سال سے روشن آتش کدہ کی آگ بجھ گئی۔ شیطان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ آقا ﷺ کی تشریف آوری سے دنیا میں ایک نئی بہار آ گئی۔ ہر طرف نور کے اجالے پھیل گئے اور پوری دنیا بقعہ نور بن گئی۔

فلک کے نظارو زمین کی بہارو
سب عیدیں مناؤ حضور آ گئے ہیں
اٹھو غم کے مارو چلو بے سہارو
خبر یہ سناؤ حضور آ گئے ہیں

اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو جن، انسان، چرند، پرند، حیوانات الغرض تمام جہانوں کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَاارسلنك الارحمة اللعالمين

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے"۔ (پارہ ۱۷، سورۃ الحج)

ربیع الاوّل شریف کا مہینہ آتے ہی پوری دنیا کے مسلمان جوش وخروش سے آقائے دو جہاں سرور کون ومکاں ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں پورے عالم اسلام میں محفلیں منعقد کرتے ہیں اور میلادالنبی ﷺ کی خوشی مناتے ہیں۔ میلاد کیا ہے؟ میلاد کیوں منایا جاتا ہے؟ کیا اس کو منانا جائز ہے؟ اس قسم کے سوالات میلاد شریف کے مہینے میں سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں پیدا کر دیے جاتے ہیں اور وہ جو اپنے نبی کریم ﷺ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں پریشان ہو جاتے ہیں۔ سوچنے لگ جاتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ کا میلاد شریف منانا اور اس موقع پر خوشی کا اظہار جس بھی جائز طریقے سے ہو وہ جائز اور مستحب ہے۔ محبت رسول ﷺ کی علامت ہے۔اس کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ میلاد کے معنی ولادت، پیدائش کے تذکرے کرنا ہیں۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل میں بھی حضور سراپا نور شافع یوم النشور ﷺ کی ولادت مبارکہ، آپ ﷺ کے معجزات، آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ، فضائل ومناقب بیان کیے جاتے ہیں۔ آقائے دو جہاں سرور کون ومکان ﷺ کا میلاد منانا خود خالق کائنات نے اپنی لاریب کتاب قرآن مجید فرقان حمید برہان عظیم میں بیان فرمایا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے بے شک تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لائے آیت کریمہ کے اس حصے میں اللہ رب العزت نے آقا ﷺ کی ولادت باسعادت بیان فرمائی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: "وہ رسول تم میں سے ہیں" آیت کریمہ کے اس حصہ میں آقا ﷺ کا نسب شریف بیان فرمایا ہے۔ پھر فرمایا "تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے اور مسلمانوں پر کرم فرمانے والے مہربان ہیں"۔ یہاں اپنے نبی کریم ﷺ کی نعت بیان فرمائی ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذکرو نعمت اللہ علیکم

''اور یاد کرو اللہ پاک کی نعمت کو جو تم پر ہے''۔
(سورۃ ال عمران آیت ۱۰۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
''اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔
(سورۃ الضحیٰ آیت ۱۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
''اے اللہ! اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی''۔(پارہ ۷ سورۃ المائدہ ۱۱۴)

یہ دعا سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب ہے کہ انہوں نے اللہ پاک کی بارگاہ میں ایک خوان نعمت اللہ پاک کی نشانی کے طور پر نازل ہونے کی دعا کی۔نزول آیت وخوان نعمت کو اپنے لیے اور بعد میں آنے والوں کے لیے عید کا دن قرار دیا جب آسمان سے مائدہ اترا وہ اتوار کا دن تھا عیسائی آج بھی اسی دن خوشی مناتے ہیں کہ اس دن دسترخوان اترا تھا۔ تو ہم کیوں نہ اپنے آقا ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی منائیں۔ آقا ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری تو اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ مزید ارشاد ہوتا ہے ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ وہ ان کے سب دھن ودولت سے بہتر ہے (پارہ ۱۱ سورۃ یونس: ۵۸)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحمت کے ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیتا ہے۔ آقا ﷺ بھی اللہ

پاک کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ درج بالا تمام آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اوران کا چرچا کرنا اللہ پاک کے حکم کی بجا آوری ہے آقا ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی بہت عظیم نعمت ہے الحمدللہ! مسلمان میلاد شریف کی محفل سجا کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی یاد تازہ کرتے ہیں اور اللہ پاک کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

الحمد سے لے کر والناس تک سارا قرآن ہی مصطفیٰ ﷺ کی شان بیان کرتا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہ السلام نے آپ ﷺ کی آمد کی خبر اپنی اپنی امت کو دی۔ آپ ﷺ کے بارے میں بتایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو بتایا کہ آپ ﷺ تشریف لائیں گے ہم میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محافل سجا کر یہی کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو تو یہ خوشخبری سنائی کہ میرے بعد وہ رسول آنے والا ہے امتی یہی کہتے ہیں کہ وہ رسول ﷺ تشریف لا چکے ہیں بعض لوگ لاعلمی کی بناء پر میلاد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ نے خود اپنا میلاد بیان کیا ہے۔ سیدنا حضرت عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ کسی گستاخ نے آپ ﷺ کے نسب شریف میں طعن کیا ہے تو" پس نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف لائے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے پوچھا کہ بتاؤ میں کون ہوں ؟ سب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں اللہ پاک نے مخلوق کو پیدا کیا ان میں سب سے بہتر مجھے بنایا۔ پھر اس مخلوق کے دو گروہ کئے (عرب وعجم) ان میں بہتر مجھے بنایا۔ پھر ان کے قبیلے کیے اور ان میں سے بہتر یعنی قریش میں سے کیا پھر قریش کے چند خاندان بنائے مجھے ان میں سب سے بہتر خاندان یعنی بنو ہاشم میں سے کیا۔ تو میں ان سب میں اپنی ذات کے اعتبار اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں (رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف) اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے خود محفل میلاد منعقد کی جس میں اپنا حسب ونسب بیان فرمایا۔

نبی کریم ﷺ کی پیدائش کے وقت ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آ کر ابولہب کو ولادت نبی کریم ﷺ کی خبر دی ابولہب یہ خبر سن کر اتنا خوش ہوا کہ انگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا جا ثوبیہ آج سے تو آزاد ہے۔ وہ ابولہب جس کی مذمت میں قرآن مجید کی پوری سورۃ الھب نازل ہوئی ایسے بدبخت کافر کو میلاد مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر خوشی منانے کا کیا فائدہ ہوا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو، اکبر اور جہانگیر بادشاہ کے زمانے کے عظیم محقق ہیں ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں:

''ابولہب نے اپنی لونڈی ثوبیہ کو اس صلے میں آزاد کر دیا تھا کہ اس نے ابولہب کو سرور دو عالم ﷺ کی پیدائش کی خبر دی تھی تو ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے گھر والوں میں (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ سناؤ کیا حال ہے؟ بولا آگ میں ہوں البتہ اتنا کرم ہے کہ پیر کی رات مجھ پر تخفیف کر دی جاتی ہے اور اشارے سے بتایا کہ اپنی دو انگلیوں سے پانی چوس لیتا ہوں اور یہ عنایت مجھ پر اس وجہ سے ہے کہ مجھے ثوبیہ نے بھتیجے (یعنی نبی پاک ﷺ) کی پیدائش کی خبر دی تھی تو اس بشارت کی خوشی میں، میں نے اسے دو انگلیوں کے اشارے سے اسے آزاد کر دیا تھا اور پھر اس نے اسے دودھ پلایا تھا"۔ اس واقعہ میں میلاد شریف کرنے والوں کے لیے روشن دلیل ہے جو سرور دو عالم ﷺ کی شب ولادت خوشیاں مناتے اور مال خرچ کرتے ہیں یعنی ابولہب جو کافر تھا۔ جب آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خوشی اور لونڈی کے دودھ پلانے کی وجہ سے اس کو انعام دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے ان لوگوں کے حال کا کیا پوچھنا، جو آپ ﷺ کی پیدائش کے بیان میں خوش ہوتے ہیں اور جس قدر بھی طاقت ہوتی ہے، آقا ﷺ کی محبت میں خرچ کرتے ہیں، مجھے اپنی عمر کی قسم! کہ ان کی جزاء خدائے کریم کی طرف سے یہی ہوگی ان کو اپنے فضل کامل سے اپنی جنت میں داخل فرمائے گا (مدارج النبوۃ)۔

علامہ ابن کثیر نے علامہ ابوالقاسم کی اس عبارت کو سیرۃ النبویہ میں جوں کا توں نقل کیا ہے۔ علامہ احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویہ میں لکھتے ہیں۔ عکرمہ سے مروی ہے کہ جس روز آقائے دو جہاں سرور کون مکان ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں اس نے اپنے لشکر کو کہا رات وہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے نظام کو درہم برہم کر دے گا۔ شیطان کے لشکر نے اسے کہا کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور اسے چھو کر جنون میں مبتلا کر دو جب وہ اس نیت سے نبی کریم ﷺ کے پاس جانے لگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا۔ (السیرۃ النبویہ، زینی دحلان)

علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں "ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب وہ ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا۔ تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ رسول عربی ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چوتھی مرتبہ جب سورۃ الفاتحہ (الحمد شریف) نازل ہوئی۔ (روض الانف جلد اول) جشن عید میلاد النبی ﷺ کا منانا قرآن وحدیث سے ثابت ہوا۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی پر صرف شیطان کو تکلیف ہوئی۔ اس بات پر کسی عاشق کی روح تڑپی اور خوب کہا:

نثار تیری چہل پہل پہ ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "حدیثوں میں آیا ہے کہ شب میلاد مبارک کو عالم ملکوت (فرشتوں کی دنیا) میں ندا کی گئی کہ "سارے جہاں کو انوارِ قدس سے منور کر دو۔ زمین وآسمان کے تمام فرشتے خوشی ومسرت میں جھوم اٹھے اور داروغۂ جنت کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کو کھول دے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کر دے (مدارج النبوۃ) طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے مشرق تا مغرب سب آفاق روشن ہو گئے۔ ایک دفعہ آقائے دو جہاں سرور کون ومکان ﷺ کے گرد صحابہ کرام علیہم الرضوان اس طرح جھرمٹ بنائے ہوئے بیٹھے تھے جیسے چاند کے گرد نور کا ہالہ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنی ولادت کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں آقائے دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت والی رات کعبہ کے پاس تھا کہ آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ شریف مقام ابراہیم کی طرف جھک گیا اور سجدہ ریز ہو گیا پھر اس سے اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی اور یہ آواز سنائی دی۔ "اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا پروردگار ہے۔ اب وہ مجھے بتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرما دے گا" اور غیب سے آواز آئی رب کعبہ کی قسم کعبہ کو عزت مل گئی ہوشیار ہو جاؤ کہ کعبے کو ان کا قبلہ اور مسکن ٹھہرا دیا گیا ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۷)

میرے مسلمان بھائیو! اب ذرا خود ہی سوچیں کہ جب

اللہ پاک نے آسمان پر اور کعبۃ اللہ نے بھی آمد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منائی تو ہم جو آپ ﷺ کے گناہ گار امتی ہیں کیوں نہ اس پیارے آقا ﷺ کے میلاد کی خوشی منائیں۔ ہم شادیوں اور دیگر تقریبات پر اتنا مال خرچ کرتے ہیں اور وہاں سوچتے بھی نہیں۔ جس نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے ہم کو اللہ پاک کی تمام نعمتیں ملی ہیں تو اس نبی کریم ﷺ کی ولادت پر ہم کیوں نہ خوشی منائیں۔ آقائے دوجہاں ﷺ کا میلاد ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ دے گا عید میلاد پر پورا سال اللہ پاک نے خوشی منائی۔ تمام کتب فضائل و سیرت میں اکثر یہ روایتیں ملتی ہیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کی آمد پر خوشی منائی۔ پورا سال بطور جشن حضور ﷺ کی آمد پر ساری زمین کو سرسبز کر دیا روئے زمین کے خشک اور گلے سڑے درختوں کو بھی پھلوں سے بھر دیا۔ اللہ پاک نے ہر طرف اپنی رحمتوں اور برکتوں کی برسات کر دی۔ قحط زدہ علاقوں میں رزق کی اتنی کشادگی فرمادی کہ وہ سال خوشی اور فرحت والا سال کہلایا۔ "جس سال نور محمدی ﷺ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ودیعت ہوا وہ فتح و نصرت تروتازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا۔ اس سے پہلے اہل قریش بدحالی، عسرت و قحط سالی میں مبتلا تھے ولادت کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ نے بے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی اور (سوکھے) درختوں کی شاخوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے بھر دیا اہل قریش اس طرح ہر طرف سے کثیر خیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔

(الخصائص الکبریٰ، سیرت الحلبیہ)

جب اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے وہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ تمام مخلوق اسی کی محتاج ہے اس نے اپنے پیارے نبی ﷺ کا جشن ولادت اتنی شان و شوکت سے منایا تو ہم اس محبوب ﷺ کے امتی اس آقا ﷺ کا میلاد کیوں نہ منائیں؟ حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک روایت مروی ہے "بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیاء پاشیوں سے سرزمین شام میں بصریٰ کے محلات میری نظروں کے سامنے روشن اور واضح ہو گئے۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں" کہ اس نور سے شام کے محلات اور وہاں کے بازار اس قدر واضح نظر آنے لگے کہ میں نے بصریٰ میں چلنے والے اونٹوں کی گردنوں کو بھی دیکھ لیا۔ (سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد)۔

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ فرماتی ہیں کہ "جب آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں وہ مجھ پر نہ گر پڑیں۔

(زرقانی علی المواہب، السیرۃ الحلبیہ، الخصائص الکبریٰ)

میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی میں جھنڈے لہرانا

جب آقا ﷺ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ نے جناب جبرائیل امین علیہ السلام کو بھیجا کہ جاؤ میرے محبوب ﷺ کی ولادت کی خوشی میں جھنڈے لہراؤ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا ﷺ کی ولادت کے وقت میں نے بہت سے عجائبات کو دیکھا میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھینچا گیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان بہت لوگ کھڑے ہیں جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی یہاں تک کہ ان پرندوں سے میرا کمرہ بھر گیا ان پرندوں کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ کریم نے میری آنکھوں کے سامنے سارے حجابات کو دور کر دیا اور پھر میں نے شرق و غرب کی جانب نظر ڈالی میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے ہیں ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک خانہ کعبہ کی چھت پر لہرایا جا رہا ہے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

(مدارج النبوۃ، ج ۲، خصائص الکبریٰ)

میلاد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں ائمہ و محدثین کے عقائد حضرت امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ جس رات میرے نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے وہ رات لیلۃ القدر سے بھی افضل رات ہے۔ اس لیے کہ لیلۃ المیلاد میں سرکار دو عالم ﷺ کا ظہور ہوا ہے۔ مگر لیلۃ القدر تو آپ ﷺ کو عطا ہوئی ہے۔ مشرف کی ذات کے سبب جو شئے شرف پائے وہ شئے اس سے افضل ہوگی جو مشرف کی ذات کو عطا کی جائے۔ اس اعتبار سے آقا ﷺ کی ولادت والی رات افضل ہے۔

(سیرت محمدیہ ج ۱) امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے مولد پاک پر اظہار و تشکر کرنا ہمارے نزدیک افضل و مستحب ہے۔ (روح البیان)

حضرت شیخ عبداللہ سراج حنفی کا عقیدہ یہ ہے کہ "میلاد شریف پڑھتے وقت جب سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر آئے تو اس وقت کھڑے ہونا بڑے بڑے ائمہ سے ثابت ہے۔ ائمہ اسلام اور حکام نے کسی انکار اور رد کے بغیر اسے برقرار رکھا لہذا یہ مستحسن کام ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑھ کر تعظیم کا کون مستحق ہو سکتا ہے اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کافی ہے فرمایا جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ پاک کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم)

مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ "اس میں کیا حرج ہے کہ اگر محفل میلاد میں قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور نبی پاک ﷺ کی نعت مبارکہ، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیت کی شان میں قصیدے پڑھے جائیں۔ (مکتوبات دفتر سوم)

امام ابن جزری نے فرمایا" کہ ابولہب جیسے کافر کو نبی کریم ﷺ کا میلاد منانے کی وجہ سے جزا دی گئی حالانکہ قرآن پاک میں اس کی مذمت آئی ہے تو نبی کریم ﷺ کے اس مسلمان امتی کا کیا حال ہوگا جو اپنے نبی کریم ﷺ کا اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق جشن ولادت مناتا ہے۔ مجھے اپنی عمر کی قسم کہ اللہ پاک کی طرف سے اس امتی (جو نبی کریم ﷺ کی ولادت مناتا ہے) کے لئے جزا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عظیم اور جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔ (مواہب لدنیا)

امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ "حضور نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محافل منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور اس مسرت کے موقع پر کھانا پکاتے رہے ہیں اور شب ولادت میں مختلف قسم کی خیرات وغیرہ کرتے رہے ہیں اور سرور و خوشی کرتے رہے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی ولادت کے موقع پر قرأت کا اہتمام کرتے چلے آ رہے ہیں اس جشن ولادت سے ان پر اللہ کا فضل نازل ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب امن و امان ہوتا ہے اور ہر مقصود و مراد پانے کے لیے جلدی آنے والی خوشخبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں نازل فرمائے جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا تا کہ یہ عید میلاد اس شخص پر سخت ترین علت و مصیبت بن جائے جس کے دل میں مرض و عناد ہے۔ (مواہب لدنیا)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں "اور ہمیشہ سے اہل اسلام نبی پاک ﷺ کے میلاد پاک کی ہر مہینے میں محفل میلاد منعقد کرتے آئے ہیں۔ (ماثبت بالسنۃ)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "بزرگ اور نیک بادشاہوں، عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابوسعید مظفر بادشاہ تھے وہ ربیع الاول شریف میں میلاد شریف کرتے تھے اور بہت عظیم محفل میلاد منعقد کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت زیرک، بہادر، پرہیزگار، مدبر، عادل اور عالم دین تھے۔

(البدایہ والنہایہ)

آخر میں اللہ پاک سے دعا کرتا ہوں اللہ پاک ہم کو سب کو آقائے دوجہاں ﷺ کی سچی اور پکی محبت عطا فرمائے۔ آمین

سلام ان پر

مسرور کیفی

سلام ان ﷺ پر خدا کے بعد جو یکتا ہیں، اعلیٰ ہیں
سلام ان ﷺ پر جو عظمت اور رفعت کا حوالہ ہیں
سلام ان ﷺ پر جو محبوبِ خداوندِ جہاں بھی ہیں
سلام ان ﷺ پر ہمارے جو، یہاں بھی ہیں وہاں بھی ہیں
سلام ان ﷺ پر مکمل دین، رب نے جن پہ فرمایا
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے دنیا میں پھیلایا
سلام ان ﷺ پر جنہیں ہم لوگ ذاتِ پاک کہتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جنہیں ہم شہِ لولاک کہتے ہیں
سلام ان ﷺ پر سلامت جن کے جلووں سے جہاں اپنا
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے نام سے نام ونشاں اپنا
سلام ان ﷺ پر دکھی لوگوں کے جو دکھ درد میں روئیں
سلام ان ﷺ پر جو فرشِ خاک پر آرام سے سوئیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا بوریا بستر چٹائی تھی
سلام ان ﷺ پر سرِ عرشِ بریں، جن کی رسائی تھی
سلام ان ﷺ پر جو ٹکڑے چاند کے انگلی سے فرمائیں
سلام ان ﷺ پر کہ جو ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹائیں
سلام ان ﷺ پر ملائک جن کے در پر روز آتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جو ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹائیں
سلام ان ﷺ پر پر ملائک جن کے در پر روز آتے ہیں
درودوں کے سلاموں کے، جو نذرانے لٹاتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے دشمنوں پر پھول برسائے
سلام ان ﷺ پر زباں پر جو کبھی شکوہ نہیں لاتے
سلام ان ﷺ پر جو محرومِ نوا کو خوش نوا کر دیں
سلام ان ﷺ پر جو پتھر کو لبِ گویا عطا کر دیں
سلام ان پر جنہوں نے آ کے سارے بت کدے ڈھائے
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے زندگی کے راز سمجھائے

سلام ان ﷺ پر جنہیں دکھڑے سنانے جانور آئیں
سلام ان ﷺ پر نگاہِ لطف جو ان پر بھی فرمائیں
سلام ان ﷺ پر سراپا جن کا آنکھوں میں سمایا ہے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی رحمتوں کا ہم پہ سایہ ہے
سلام ان ﷺ پر جو امت کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں
کرم سے، لطف سے، جود وسخا سے شاد رکھتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی رہنمائی ذرے ذرے میں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے جلوے دنیا کی ہر اک شے میں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا ہم مسلسل نام لیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جو گرتے ہوؤں کو تھام لیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے گیت پیہم گائے جاتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جو کرم پر، کرم فرمائے جاتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے رنگ بخشا نور بخشا ہے
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے کیف کیا بھرپور بخشا ہے
سلام ان ﷺ پر جو بولیں تو لگے، قرآن بولا ہے
خدا کی حکمتیں بولیں ہیں اور عرفان بولا ہے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی گود میں حسنین کھیلے تھے
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے غم زمانے بھر کے جھیلے تھے
سلام ان ﷺ پر جنہیں ہم غمزدہ، غمخوار کہتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جنہیں ہم آپ سب سرکار ﷺ کہتے ہیں
سلام ان ﷺ پر سخاوت جن کی عالم آشکارا ہے
سلام ان ﷺ پر جنہیں معلوم ہے کس نے پکارا ہے
سلام ان ﷺ پر کہ ان جیسا جہاں میں پھر نہیں آیا
کوئی طیب نہیں آیا، کوئی طاہر نہیں آیا
سلام ان ﷺ پر جو فریادیں ہماری روز سنتے ہیں
سلام ان ﷺ پر ہماری آہ زاری روز سنتے ہیں

سلام ان ﷺ پر جو چاہت کا محبت کا صلہ دیں گے
سلام ان ﷺ پر ہمیں جو پیار کی، پیاری سزا دیں گے
سلام ان ﷺ پر جو محشر میں خدا سے بخشوائیں گے
سلام ان ﷺ پر وہی ہیں جو ہمارے کام آئیں گے
سلام ان ﷺ پر جو دولت جیسی دولت بخش دیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جو چشمِ نم کی نعمت بخش دیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے پیار کے گلشن کھلائے ہیں
سلام ان ﷺ پر خزاں میں جو، بہاراں بن کے آئے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا نام لینا بھی عبادت ہے
سلام ان ﷺ پر جنہیں اپنا سمجھنا بھی سعادت ہے
سلام ان ﷺ پر جو دل کی آرزو بھی ہیں تمنا بھی
سلام ان ﷺ پر ہمارا دین بھی ہیں اور دنیا بھی
سلام ان ﷺ پر وقارِ آدمیت جن کے دم سے ہے
سلام ان ﷺ پر کرم کی موج بھی جن کے کرم سے ہے
سلام ان ﷺ پر کہ دشمن بھی جنہیں حیرت سے تکتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی عظمتوں کو سب سمجھتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی رحمتوں کی حد نہیں کوئی
سلام ان ﷺ پر نظر میں جن کی بد بھی، بد نہیں کوئی
سلام ان ﷺ پر فضائل جن کے گنتی میں نہیں آتے
شمائل بھی نظر میں لائیں گے تو لائے نہیں جاتے
سلام ان ﷺ پر جو دامن میں غریبوں کو چھپاتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جو حق داروں کا حق، ان کو دلاتے ہیں
سلام ان ﷺ پر زمانہ جن کی ضو سے جگمگاتا ہے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا تذکرہ بھی رنگ لاتا ہے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے در پہ سلطانوں کے ڈیرے ہیں
غلاموں کے جہاں پھیرے نہیں، پھیروں پہ پھیرے ہیں

سلام ان ﷺ پر کہ جن کے در کو اک دنیا ترستی ہے
جہاں رحمت برستی تھی، جہاں رحمت برستی ہے
سلام ان ﷺ پر پسینہ جن کا خوشبو کا خزانہ ہے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے نام پر شیدا زمانہ ہے
سلام ان ﷺ پر دکھوں کے کوہ، جو مسمار کرتے ہیں
سلام ان ﷺ پر بھنور سے جو سفینے پار کرتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جو صادق ہیں، امیں بھی ہیں عیاں بھی ہیں
سلام ان ﷺ پر جو خالق کے حقیقی ترجماں بھی ہیں
سلام ان ﷺ پر جو ممدوحِ خداوندِ جہاں ٹھہرے
سلام ان ﷺ پر جو چاہیں تو زمیں ٹھہرے، زماں ٹھہرے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے نام سے روشن جہاں سارا
سلام ان ﷺ پر زمیں جن کی ہے، جن کا آسماں سارا
سلام ان ﷺ پر دکھی لوگوں کے جو دکھ دور کرتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جسے چاہیں، اسے مسرور کرتے ہیں
سلام ان ﷺ پر محبت کے جنہوں نے جام چھلکائے
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے پرچم اخلاق لہرائے

سلام ان ﷺ پر کہ جن کا نور، جلوہ بار آنکھوں میں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا پیار ہی ہے پیار آنکھوں میں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی بخششوں کی دھوم دنیا میں
کہ جن کے لطف سے کوئی نہیں محروم دنیا میں
سلام ان ﷺ پر جن کا وصف پھولوں میں بہاروں میں
سلام ان ﷺ پر جھلک جن کی نمایاں لالہ زاروں میں
سلام ان ﷺ پر غموں کا رخ جہاں چاہیں بدل ڈالیں
سلام ان ﷺ پر تکبر کو جو قدموں سے کچل ڈالیں
سلام ان ﷺ پر جو داناؤں میں دانا اور بینا بھی
سلام ان ﷺ پر جو علم و آگہی کا اک خزینہ بھی
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے خلق کے موتی بکھیرے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کی ذات سے روشن سویرے ہیں
سلام ان ﷺ پر عطا کے جو خزانے کھول دیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر وہی ہوتا ہے، جو وہ بول دیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر ابد تک کے لیے جن پر دوام اترا
سلام ان ﷺ پر خدائے پاک کا جن پر کلام اترا

سلام ان ﷺ پر طلب سے جو سوا انعام دیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ منگتوں کو جو اذنِ عام دیتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے نام سے غم دور ہوتے ہیں
کہ جن کی ذات سے ظلمت کدے پُرنور ہوتے ہیں
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے غمزدوں کو حوصلے بخشے
سلام ان ﷺ پر نحیفوں کو، جنہوں نے ولولے بخشے
سلام ان ﷺ پر جنہوں نے چاند، سورج کو جلا بخشی
ستاروں کو چمکنے کی ، دمکنے کی ادا بخشی
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا شہر، شہرِ دلنشیں ٹھہرا
حسینوں میں حسیں ٹھہرا، نگینوں میں نگیں ٹھہرا
سلام ان ﷺ پر کہ جن کا آستانہ رشکِ جنت ہے
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے نام سے دنیا میں راحت ہے
سلام ان ﷺ پر شفاعت کا جو سر پر تاج رکھتے ہیں
جو اپنے نام لیوا کی ، ہمیشہ لاج رکھتے ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جن کے ہاتھ میں کوثر کی نہریں ہیں
وہ نہریں، جن میں پیاسوں کے لیے لہریں ہی لہریں ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جو مسرور کے ملجا ہیں ماوا ہیں
سلام ان ﷺ پر کہ جو مسرور کے مولا ہیں آقا ہیں

بقیہ: ''تبصرہ وتذکرہ''

نفسیاتی لحاظ سے کسی حد تک یہ انسانی کمزوری بھی ہے کہ وہ اولاد اور اموال کو تکلیفوں اور مصیبتوں میں نجات دہندہ تصور کر بیٹھتا ہے۔ قرآن حکیم واشگاف اعلان کرتا ہے، سرمحشر اموال اور اولادیں کافروں کے کام نہ آئیں گی اس لیے کہ ان کا کفر اور ڈھٹائی انہیں اماکن رحمت سے بہت دور لے جانے والے بن کر ظاہر ہوئے، اب فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ دوزخی ہیں اور انہوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ ہی میں رہنا ہے۔

آیت کتنی خوبصورتی کے ساتھ یہ حقیقت قاریٔ قرآن کے سامنے لے آتی ہے کہ کافر کا کوئی دانہ اگتا نہیں اور مومن کی کوئی نیکی ضائع ہوتی نہیں۔ دوسری چیز جو یادرکھنے کے قابل ہے کہ جیسے مومنوں کا جہاں کافروں کے جہاں سے منفرد ہے ایسے ہی ماں باپ، آل اولاد ایمان کی شرط کے ساتھ مومنین کے لیے ان کے دلوں اور روحوں کی ٹھنڈک ہوں گے اور آخرت میں وہ کام آئیں گے۔ یہ کافروں کا جہاں ہے جہاں نیکی نیکی نہیں رہتی، اموال مٹی بن جاتے ہیں اور رشتے بے اثر ہو کر پت جھڑ کا موسم بن جاتے ہیں۔

حوالہ جات

(387) الامثل: ناصر شیرازی
(388) تاج العروس: حنفی
(389) المفردات: راغب ایضاً مصطفوی
(390) لسان العرب: ابن منظور
(391) نظم الدرر: بقاعی
(392) تفسیر نعیمی: مفتی احمد یار خان
(393) التحریر: ابن عاشور
(394) تفسیر کبیر: رازی ایضاً آلوسی ایضاً حقی ایضاً مظہری ایضاً قرطبی ایضاً طبری
(395) التفسیر البسیط: ابوالحسن علی الواحدی
(396) روح البیان: اسماعیل حقی
(397) نجوم الفرقان: بھتر الوی
(398) تفسیر القرآن: خازن
(399) تفسیر القرآن: ابن کثیر
(400) معالم التنزیل: بغوی
(401) تفسیر القرآن: خازن
(402) روح البیان: اسماعیل حقی
(403) نجوم الفرقان: بھتر الوی
(404) التفسیر الشامل: ڈاکٹر امیر عبدالعزیز
(405) حاشیہ جلالین: صاوی ایضاً آلوسی ایضاً حازن
(406) تاج العروس: زبیدی حنفی

محمد ﷺ کی مبارک آمد اور خاندانی تاریخ

آصف بلال

(حصہ اول)

حضرت محمد ﷺ کی حیات طیبہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ربیع الاول نبی کریم ﷺ کی آمد کے حوالے سے پوری دنیا بلکہ پوری کائنات میں عقیدت ومحبت سے منایا جارہا ہے۔ ہم بھی نبی کریم ﷺ کی مبارک آمد کے کمالات آپ ﷺ کے آباؤاجداد کی تاریخ کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔

بانیء کعبہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ اسلام کے ایک فرزند کا اسمِ مبارک حضرت اسماعیل علیہ اسلام ہے۔ جو حضرت بی بی حاجرہؓ کے شکمِ مبارک سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے بارہ بیٹے ہوئے اوران کے اولاد میں خداوند قدوس نے اس قدر برکت عطا کی کے وہ بہت جلد تمام عرب میں پھیل گئے یہاں تک کہ مغرب میں مصر کے قریب تک ان کی آبادیاں جا پہنچیں اور جنوب کی طرف ان کے خیمے یمن تک پہنچ گئے اور شمال کی طرف ان کی بستیاں ملک شام سے جاملیں۔ حضرت اسماعیل علیہ اسلام کے ایک فرزند جن کا نام" قیدار تھا جو بہت ہی نامور تھے۔ اور ان کی اولاد خاص مکہ میں آباد رہی اور یہ لوگ اپنے باپ کی طرح ہمیشہ کعبہ معظمہ کی مرمت کرتے رہے جس کو دنیا میں توحید کی پہلی درسگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انہی قیدار کی اولاد میں" عدنان" نامی نہایت اولوالعزم شخص پیدا ہوئے اوران کی اولاد میں چند پُشتوں بعد" قصی" پیدا ہوئے جو بہت ہی جاہ و جلال والے شخص تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں مشترکہ حکومت کی بنیاد پر غالباً 440ء میں ایک سلطنت قائم کی اور ایک قومی مجلس (پارلیمنٹ) بنائی جو " دارالندوہ" کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اپنا ایک قومی جھنڈا بھی بنایا جس کو" لواء" کہتے تھے اور چار مختلف عہدے بھی قائم کیے اوران کو چار قبیلوں کو سونپ دیا گیا۔

☆ رفادۃ ☆ سقایۃ

☆ حجابۃ ☆ قیادۃ

قصی کے بعد ان کے فرزند" عبد مناف " اپنے باپ کے جانشین ہوئے اور پھر ان کے فرزند " ہاشم" پھر ان کے بیٹے "عبدالمطلب" یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے جانشین ہوتے رہے۔ انہیں عبدالمطلب کے فرزند حضرت عبداللہ ہیں۔ جن کے فرزندِ ارجمند ہمارے آقا ومولا حضور رحمت اللعالمین ﷺ ہیں۔ جن کی میلاد کا موسم آجکل ہمارے دلوں کو تازگی بخش رہا ہے۔

ہاشم

حضور پاک ﷺ کے پردادا" ہاشم" بڑی شان وشوکت کے مالک تھے ان کا اصلی نام" عمرو" تھا۔ آپ انتہائی بہادر، بے حد سخی اور اعلیٰ درجے کے مہمان نواز تھے۔ ایک سال عرب میں بہت سخت قحط پڑ گیا اور لوگ دانے دانے کے محتاج ہو گئے تو یہ ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر لائے اور حج کے موقع پر روٹیوں کا چورہ کر کے اونٹ کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنا کر تمام حاجیوں کی تواضع کی۔ اس دن سے لوگ ان کو ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والا) کہنے لگے۔

آپ چونکہ عبد مناف کے سب لڑکوں میں بڑے اور باصلاحیت تھے اور بہت حسین وخوبصورت اور وجیہہ تھے اس لیے عبد مناف کے بعد کعبہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی شادی مدینہ میں قبیلہ خزرج کہ ایک سردار عمرو کی بیٹی سے ہوئی جن کا نام" سلمٰی " تھا اور ان کے صاجزادے عبدالمطلب مدینہ میں ہی پیدا ہوئے۔ چونکہ ہاشم 25 سال کی عمر میں ہی جب آپ ملک شام کے راستے میں تھے تو انتقال کر گئے۔ اس لئے عبدالمطلب مدینہ میں ہی اپنے نانا کے گھر پلے بڑھے۔۔ اور جب سات یا آٹھ سال کے ہو گئے تو مکہ آکر اپنے خاندان والوں کے ساتھ رہنے لگے۔

عبدالمطلب

حضرت عبدالمطلب کا اصلی نام" شیبہ" ہے یہ بڑے ہی نیک نفس اور عابد وزاہد تھے۔ یہ لگا تار کئی دن عبادت میں مصروف رہتے اس لیے گوشہ نشین بھی رہا کرتے تھے۔ حضور پاک ﷺ کا نورِ نبوت ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اوران کے بدن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اہل عرب خصوصاً قریش کو آپ سے بڑی عقیدت تھی۔ مکہ والوں پر جب کوئی مصیبت آتی یا قحط پڑ جاتا تو لوگ عبدالمطلب کو ساتھ لے کر پہاڑ پر چڑھ جاتے اور بارگاہِ خداوندی میں آپ کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتے تو دعا قبول ہوجاتی تھی۔ آپ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کے سخت خلاف تھے اور لوگوں کو بڑی سختی کے ساتھ روکتے تھے۔ شراب اور زنا کو حرام جانتے تھے۔

زم زم شریف کا کنواں جو مکمل بند ہو چکا تھا آپ ہی نے اُسے نئے سرے سے کھدوا کر صحیح کیا۔ آپ بھی کعبہ شریف کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ اصحابِ فیل کا واقعہ آپ ہی کے وقت میں پیش آیا تھا۔

حضرت عبداللہ

حضرت عبداللہ ،حضرت عبدالمطلب کے تمام بیٹوں میں سب سے زیادہ باپ کے لاڈلے اور پیارے تھے۔ حضرت عبداللہ ہمارے کریم آقا ﷺ کے والد ماجد ہیں۔ چونکہ ان کی پیشانی میں نورِ محمدی اپنی پوری شان وشوکت کے ساتھ جلوہ گر تھا اس لئے آپ حسن وخوبی کے پیکر تھے۔ جمال صورت اور کمال سیرت کے آئینہ دار تھے۔ عفت و پارسائی میں یکتائے روزگار تھے۔

قبیلہ قریش کی تمام حسین عورتیں ان کے حسن و جمال پر فریفتہ تھیں اور ان سے شادی کی خواستگار تھیں مگر عبدالمطلب ان کے لیے ایک ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو حسن وجمال کے ساتھ ساتھ حسب و نصب، شرافت اور عفت و پارسائی میں بھی ممتاز ہو۔

عجیب اتفاق ہے کہ ایک دن حضرت عبداللہ جنگل میں شکار کے لئے تشریف لے گئے وہاں چند یہودیوں

نے آپ کو پہچان لیا کہ آپ ہی آخرالزماں نبی ﷺ کے والد ماجد ہوں گے چنانچہ ان یہودیوں کی ایک بڑی جماعت جنگل میں آ گئی کہ جنگل میں حضرت عبداللہ کو تنہائی میں دھوکے سے قتل کر دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کی حفاظت نے اس مرتبہ بھی اپنے فضل و کرم سے آپ کو بچا لیا۔ عالمِ غیب سے ایسے سوار ناگہاں نمودار ہوئے جو اس دنیا کے لوگوں سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے تھے۔ ان سواروں نے آ کر یہودیوں کو مار بھگایا اور حضرت عبداللہ کو بحفاظت ان کے مکان تک پہنچا دیا۔

"وہب بن مناف" بھی اس دن جنگل میں تھے اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ دیکھا اس لیے ان کو حضرت عبداللہ سے بے انتہا محبت و عقیدت پیدا ہو گئی اور گھر آ کر یہ عزم کیا کہ میں اپنی نورِ نظر ''آمنہ'' کی شادی عبداللہ سے کروں گا۔

چنانچہ اپنی اسی دلی تمنا کو اپنے چند دوستوں کے ذریعہ انہوں نے حضرت عبدالمطلب تک پہنچا دیا۔ چونکہ حضرت عبدالمطلب بھی اپنے بیٹے کیلئے دلہن کی تلاش میں تھے اور وہ ساری خوبیاں آمنہ بنت وہب میں موجود تھیں۔ اس لیے حضرت عبدالمطلب نے یہ رشتہ خوشی خوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ 24 سال کی عمر میں حضرت عبداللہ کا حضرت بی بی آمنہ سے نکاح ہو گیا اور اس طرح نورِ محمدی ﷺ جو آپ کی پیشانی میں جلوہ افروز تھا وہ بی بی آمنہ کے شکمِ اطہر میں منتقل ہو کر جلوہ گر ہو گیا۔ جب حمل شریف کو تقریباً دو ماہ مکمل ہوئے تو حضرت عبداللہ جو سفرِ تجارت پر گئے ہوئے تھے۔ واپس لوٹتے ہوئے مدینہ میں اپنے والد کے ننھیال "بنو عدی بن نجار" میں ایک ماہ بیمار رہ کر 25 سال کی عمر میں وفات پا گئے اور وہیں مدفون ہوئے۔ قافلہ والوں نے مکہ پہنچ کر جب حضرت عبداللہ کی بیماری کا حال بتایا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو خبر گیری کے لیے مدینہ بھیجا۔ لیکن ان کے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی حضرت عبداللہ ملک بقا روانہ ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ آ کر جب وفات کی خبر سنائی تو سارا گھر پریشانی میں ڈوب گیا۔ حضرت آمنہؓ نے اپنے مرحوم شوہر کا ایسا پُر درد مرثیہ کہا کہ جس کو سن کر دل درد سے بھر اُٹھے۔ روایت ہے کہ حضرت عبداللہ کی وفات پر فرشتوں نے غمگین ہو کر بڑی حسرت سے کہا کہ الٰہی تیرا نبی یتیم ہو گیا۔ جنابِ حق نے فرمایا کہ کیا ہوا اب میں اس کا حامی و محافظ ہوں۔

برکاتِ نبوت کا ظہور

جس طرح سورج نکلنے سے پہلے ستاروں کی رو پوشی، صبح صادق کی سفیدی اور شفق کی سرخی سورج نکلنے کی خوشخبری دینے لگتی ہیں۔ اس طرح جب آفتاب رسالت کے طلوع کا زمانہ قریب آ گیا تو اطراف عالم میں بہت سے ایسے عجیب واقعات بطور علامات ظاہر ہونے لگے جو ساری کائنات کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر یہ بشارت دینے لگے کہ اب رسالت کا آفتاب اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہونے والا ہے۔

اصحابِ فیل کی ہلاکت کا واقعہ

☆ ناگہاں بارانِ رحمت سے سرزمینِ عرب کا سرسبز و شاداب ہو جانا۔

☆ برسوں کی خشک سالی کا خاتمہ ہو جانا۔

☆ کعبہ کے بتوں کا منہ کے بل گر پڑنا۔

☆ فارس کے آتش کدوں کا بجھ جانا۔

☆ کسریٰ کے محلات میں زلزلہ آنا۔

☆ شام اور کوفہ کے درمیان وادی "سماوہ" کی خشک ندی کا اچانک جاری ہو جانا۔

☆ حضور ﷺ کی والدہ کے بدن سے ایک ایسے نور کا نکلنا جس سے کسریٰ کے محل روشن ہو گئے۔

یہ سب واقعات اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں جو آپ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی عالم کائنات کو خوشخبری دینے لگے کہ:

مبارک ہو وہ شاہ پردے سے باہر آنے والا ہے
گدائی کو زمانہ جس کے در پر آنے والا ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات حضور ﷺ کا نورِ نبوت حضرت عبداللہ کی پشت اقدس سے حضرت آمنہ کے بطن مقدس میں منتقل ہوا۔ اس روئے زمین کے تمام چوپایوں خصوصاً قریش کے جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی اور انہوں نے بزبانِ فصیح اعلان کیا کہ آج اللہ کا وہ مقدس رسول ﷺ شکمِ مادر میں جلوہ گر ہو گیا ہے کہ جس کے سر پر تمام دنیا کی امامت کا تاج ہے۔ جو سارے عالم کو روشن کرنے والا چراغ ہے۔ مشرق کے جانوروں نے مغرب کے جانوروں کو بشارت دی سمندروں اور دریاؤں کی مخلوق نے ایک دوسرے کو خوشخبری سنائی کہ حضرت ابو القاسم کی ولادت باسعادت کا دن قریب آ گیا ہے۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضور اقدس ﷺ پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی بدلی آئی کہ جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے اُڑنے کی آواز تھی اور کچھ انسانوں کی بولیاں بھی سنائی دیتی تھیں۔ پھر ایک دم حضور ﷺ میرے سامنے سے غائب ہو گئے اور میں نے سنا کہ ایک اعلان کرنے والا اعلان کر رہا ہے کہ محمد ﷺ کو مشرق و مغرب میں گھماؤ اور ان کو سمندروں کی سیر کراؤ۔ ان کو تمام جاندار مخلوق یعنی جن و انس، ملائکہ اور چرندوں پرندوں کے سامنے لاؤ۔ تا کہ کائنات کو ان کا نام اور حلیہ بمعہ صفات معلوم ہو جائے، پھر آواز آئی کہ انہیں۔

حضرت آدم کی صورت، حضرت شیث کی معرفت، حضرت نوح کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی خلت۔ حضرت اسماعیل کی زبان عطا کردو۔

حضرت اسحاق کی رضا۔ حضرت صالح کے خصائل، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب کی بشارت، حضرت موسیٰ کی شدت عطا کردو۔

حضرت ایوب کا صبر، حضرت یونس کی اطاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد کی آواز، حضرت دانیال کی محبت دے دو۔

حضرت الیاس کا وقار، حضرت یحییٰ کی عصمت اور حضرت عیسیٰ کا زہد عطا کر کے ان کو تمام پیغمبروں کے کمالات اور اخلاق حسنہ سے مزین کردو۔۔۔

اس کے بعد وہ بادل چھٹ گیا پھر میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ سبز ریشم کے کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور اس کپڑے سے پانی ٹپک رہا ہے اور کوئی منادی اعلان کر رہا ہے کہ واہ واہ۔۔۔ کیا خوب محمد ﷺ کو تمام دنیا پر قبضہ عطا کر دیا گیا ہے اور کائناتِ عالم کی کوئی چیز باقی نہ رہی جو ان کے قبضہ اقتدار اور غلبہ اطاعت میں نہ ہو۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے چہرہ انور کو دیکھا تو چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور بدن سے پاکیزہ مشک کی خوشبو آ رہی تھی، پھر تین شخص نظر آئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمک دار انگوٹھی تھی۔

بقیہ صفحہ 32 پر

قرآنی آیات اور حکمتوں کی روشنی میں
سوال و جواب

حکمتِ قرآن

شعاع وشعلہ:5

سوال 1:۔ ہدایتِ انسانی آپ کے نزدیک اس کے مراحل کون کون سے ہیں اور انسان کو زندگی گزارنے کے لیے ہدایت کے لیے کوشش کن راہوں پر کرنی چاہیے؟

جواب:۔ زبان پر صحت مند عقائد کی باتیں جاری کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ ہدایت کا ایک معنیٰ علماء نے یہ لکھا کہ

"اراۃ الطریق"

یعنی "راستہ دکھانا"۔

ہدایت کے عام طور پر تین مراحل ہوتے ہیں:۔

1:۔ "ایصال الی المطلوب" کہ "انسان جہاں پہنچنا چاہتا ہے وہاں اس کو پہنچا دیا جائے"۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک شخص ایک منزل متعین کر کے چلتا ہے تو وہ کسی سے راستہ پوچھتا ہے کہ میں نے فلاں جگہ جانا ہے۔ میری رہنمائی کی جائے۔ اس کی مدد کا ایک طریقہ تو یہ ہوتا ہے جس منزل کا نشان اس نے پوچھا ہے، بتانے والا اس کو سمجھا دے کہ فلاں فلاں راستے پر چلو گے تو تمہاری منزل آجائے گی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس آدمی کو ہاتھ سے پکڑ کر اس کی منزل پر پہنچا دے کہ یہ وہ راستہ ہے جو آپ کا مطلوب ہے اور اگر کرم کا جہاں وسیع ہو جائے تو تیسرا طریقہ یہ ہے کہ جس سے راستے کا نشان پوچھا گیا ہے وہ مہربان ہو کر اپنی سواری پہ بٹھا کر اس شخص کو اس کی منزل پر پہنچا دے۔ یہ تینوں منزلیں ہدایت ہی کی ہیں۔ تو انسان جب اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنا چاہتا ہے، ہدایت طلبی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ تو وہ "اھدنا" کہہ کر بڑی معصومیت اور محفوظیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایک سوال رکھتا ہے کہ

"اے اللہ! ایک کرم تو یہ ہو جائے کہ مجھے راستے کا پتا ہو جائے، دوسرا یہ کرم ہو جائے کہ مجھے کوئی رہبر مل جائے جو مجھے راستے پہ چلائے اور تیسرا یہ کرم ہو جائے کہ میرے لیے منزل پہ پہنچنا بھی آسان ہو جائے"۔ تو "اھدنا" میں یہ تینوں منزلیں پائی جاتی ہیں جو انسانی فطرت میں رکھی گئیں۔ اسی لیے کنز الایمان میں "اھدنا" کا معنیٰ "چلانے" سے کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ راستہ دکھا دینا کافی نہیں ہوا کرتا۔ مقدر کا حسن تو یہ ہوتا ہے کہ کوئی انگلی پکڑ کر منزل پہ چلائے۔ انسان انسانیت کی سطح پر بھی محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر انسانیت کی اعلیٰ قدریں پیدا فرما دے۔ جب انسان قرآن کے سامنے فاضل بن کر بیٹھے تو اسے اس کے ظرف کے حساب سے ہی ملتا ہے۔ لیکن اگر انسان تہی دامن ہو کر اپنے کشکول کو خالی کر کے اللہ رب العالمین کی کتاب کے سامنے بیٹھے تو اس کے مقدر کی عظمت ماورائے بیان ہو جاتی ہے۔

ہدایت کا اگلا مرحلہ یہ ہے کہ ایک مسلمان ایمان اور اسلام کی دولت رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرتا ہے کہ یا رب! ہدایت کی تکمیل کے لیے جو مراحل مجھے درکار ہیں ان تک پہنچنا میرے لیے آسان فرما دے تاکہ میں بھرپور طریقے سے ان سے مستفید ہو سکوں۔

ہدایت کا تیسرا مرحلہ محبوبوں کی منزل ہے۔ اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی سند عطا کی ہے۔ ان کی بھی ہدایت ہے کہ جو سامنے حجابات پڑے ہوئے ہیں تو تہہ بہ تہہ سامنے آتے ہیں۔ آدمی دعا کرتا ہے یا ربّ! تو اپنے کرم سے انہیں ہٹا دے تاکہ میں تیرے نور کے جلوؤں کو اپنے دل کی آنکھوں سے دیکھوں۔ ایک بلب اس وقت روشن ہوتا ہے جب اسے بجلی مہیا کی جاتی ہے۔ اگر بجلی منقطع ہو جائے تو بلب روشن نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت اور توفیق کی بجلی اور لہر ہے وہ بھی یونہی آتی ہے۔ جب آدمی نمازِ عصر پڑھ رہا ہو تو اسے نمازِ عصر کے پڑھنے کی ہدایت مل جاتی ہے اگر اسے نمازِ مغرب کے پڑھنے کی توفیق نہ ہو تو گویا ایک ہدایت کے بعد ایک دوسری ہدایت انسان کا انتظار کرتی ہے اور انسان اس کی تڑپ رکھتا ہے اور یہ سلسلۂ محبت اس کی آخری سانس تک جاری رہتا ہے۔ اس لیے اگر انسان کو زندگی کے آخری سانس میں بھی نماز نصیب ہو جائے تو پھر بھی بندہ یہی دعا مانگتا ہے کہ "اے اللہ! ہمیں ہدایت دے دے"۔ اگر ارد گرد بہت سے گمراہ لوگ ہوں اور ایک بیچ میں ہدایت یافتہ ہو تو اس آدمی کی زندگی کو سارے گمراہ لوگ مل کر خراب کر دیتے ہیں۔ اس لیے ہدایت کا طالب کبھی اپنی ذات کے لیے ہدایت نہیں مانگتا۔ وہ ساری سوسائٹی کو شامل کر کے کہتا ہے "اھدنا" تاکہ نیک لوگوں کے لیے زندگی

گزارنا آسان ہوجائے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں طلبِ صادق لے کر آنا چاہیے وہ اپنے کرم سے ہدایت کے بہت سے راستے کھول دیتا ہے۔

سوال نمبر 2: صراط المستقیم کا مطلب سیدھا راستہ ہے. اس کے بارے میں کوئی واضح سی بات بتا دیں، جس سے سیدھے راستے کے بارے میں اطمینان قلبی حاصل ہو؟

جواب:۔ ہم سب ایک ہی منزل کے مسافر ہیں۔ہم سب کا مطلوب ومقصود یہی ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کا راستہ مل جائے۔ہم سلیقہ مند مسلمان بن جائیں۔ہمارا ایمان مکمل ہو جائے اور ہمارے اسلام کو قبولیت کی سند مل جائے۔

’صراط‘‘ کیا ہے؟

1) صراط ”صرط“ سے ہے۔یہ اس کا مادہ کہہ لیں یا اساس۔تلوار لمبی ہو اور اس تلوار کا پھل اگر چوڑا ہوتو اس کو عربی زبان میں ’’صرط‘‘ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

2) اگر کسی آدمی کے سامنے کھانا رکھ دیا جائے اور وہ لقمہ درلقمہ سارا کھانا نگل جائے اور وہ ذرہ بھی نہ چھوڑے تو اسے بھی ’’صرط‘‘ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔

3) ’’صراط‘‘ راستے کو اس لیے کہتے ہیں کہ جس طرح کھانا کھانے والا سارے لقمے نگل جاتا ہے۔اسی طرح راستہ، سفر کو نگل جاتا ہے اور مسافر پوری طرح اس پر اپنی منزل کی تلاش میں گامزن ہوجاتا ہے۔

4) ’’صراط‘‘ کھلے راستے کو کہتے ہیں۔صراط پختہ راستہ ہوتا ہے وہ راستہ جس پر آسانی کے ساتھ چلا جاسکے۔

طریق کا مفہوم بھی ’’صراط‘‘ سے ملتا جلتا ہے۔ لیکن ’’طریق‘‘ اس راستے کو کہتے ہیں جس پر چلنے والے مسافر بہت چلیں اور ان کے چلنے کی وجہ سے راستہ محسوس اور نمایاں ہوجائے۔ ہر راستہ کسی منزل پہ پہنچانے والا ہوتا ہے۔سورۃ الفاتحہ میں ہم جس وقت اللہ تعالیٰ سے ’’راستے‘‘ کی مدد مانگتے ہیں تو جس ’’صراط‘‘ کی تڑپ ہمارے اندر پیدا ہوتی ہے یہ وہ راستہ ہوتا ہے جس پر زیادہ لوگ آسانی کے ساتھ چل سکیں۔جس پر اجتماعی سفر ممکن ہو وہ ’’صراط‘‘ ہے۔

اب ہم ’’المستقیم‘‘ کو جانیں گے۔

’’المستقیم‘‘ سیدھے راستے کو کہتے ہیں۔اگر اس کا معنیٰ ’’سیدھا‘‘ ہوتو ایک حدیث شریف ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ ایک موقع پر حضور ﷺ نے ایک لکیر کھینچی اور اس لکیر کے دائیں بائیں کچھ ترچھی لکیریں ڈال دیں۔پھر آپ ﷺ نے سیدھی لکیر کی نشان دہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ’’یہ صراط مستقیم ہے یہ سیدھا راستہ ہے اور ترچھی لکیروں کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ٹیڑھے راستے ہیں جن کی طرف ہر راستے پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکاتا ہے۔اسی سیدھی راہ پر چلو گے تو اللہ بھی تم سے راضی ہو جائے گا اور تمہیں منزل بھی میسر آجائے گی‘‘۔

سوال نمبر 3: قرآن مجید کے نزدیک، صراط مستقیم کا اطلاق کس کس چیز پر ہوتا ہے؟

جواب:۔ قرآن حکیم کا ایک انداز ہے کہ قرآن مجید ایک دعویٰ کرتا ہے تو وہ اس کے جواب کو تشنہ نہیں چھوڑتا۔قرآن مجید خود اس کی تشریح فرما دیتا ہے۔گویا اگر کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو قرآن خود انسان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو منزل تک پہنچا دیتا ہے۔قرآن کی تفسیر جس وقت قرآن سے کی جاتی ہے تو قرآن خود ہی اس کا جواب دیتا ہے۔ہم نے ہدایت مانگی تو "صراط الذین انعمت علیھم" یہ اس کا جواب ہے۔ہم نے سیدھا راستہ مانگ کر اس کی طلب پیدا کی۔تو اجتماعیت کے لیے ہم نے دستور متعین کیا اور ہم ایک آئین کی طرف بڑھے۔ہم نے ایک طریقہ متعین کیا کہ ہم نے سیدھا سیدھا چلنا ہے اور ہم نے ٹیڑھے راستے سے بچنا ہے۔ہم انحرافات کو چھوڑ کر سیدھے راستے کی طرف بڑھیں گے اور اللہ کی محبوب منزل کی طرف جائیں گے۔تو ہم نے رب کریم سے پوچھا کہ ’’اے ربّ! تو نے ہمیں پیدا کیا ہے۔تو ہی کمال تک پہنچانے والا ہے، رحمان تو ہی ہے، رحیم تیرا ہی نام ہے، مالک تو ہے، عبادتیں تیرے لیے ہیں۔تو ہی ہمارا مددگار ہے، ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔اے ربّ! تو نے سیدھے راستے کی منزل بتائی ہے تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا بھی دے! تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ پھر کتابِ ہدایت خود ہی انعام یافتہ لوگوں کا پتا بھی بتا دیتی ہے کہ انعام یافتہ لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ارشاد ہوا:

وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (النساء:69)

گویا انعام یافتہ لوگوں میں پہلا طبقہ انبیاء کا ہے، دوسرا صدیقین کا ہے، تیسرا شہداء کا اور چوتھا طبقہ صالحین کا ہے۔قرآن کریم نے ان چار طبقات کی نشان دہی کر کے ہماری مدد کی کہ اگر تم ان کی راہوں پر چلو گے تو تم سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سیدھا راستہ نصیب کر دیا ہے۔اگر دونوں آیات کو جوڑیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

انعام یافتہ لوگوں کی راہ ڈھونڈو یہی سیدھی راہ ہے۔انعام یافتہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔تو معنیٰ خود ہی واضح ہوگیا کہ صراط الانبیاء، صراط مستقیم ہے۔صراط امام الانبیاء ﷺ صراط مستقیم کی وہ شاہراہ ہے جسے اپنانے ہی سے اللہ تعالیٰ سیدھی راہ نصیب فرما دیتا ہے۔

سوال نمبر 4:۔ انعام یافتہ لوگ کون ہوتے ہیں اور غضب والے لوگ اور گمراہ لوگ کون ہوتے ہیں؟

جواب:۔ قرآن مجید کو سمجھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مرویات اس آیت کے بارے میں کیا کہتی ہیں۔اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات کو کھولنے کے لیے قرآن مجید ہی کا سہارا لیا جائے۔اس حوالے سے جب ہم ’’صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ‘‘ کا سہارا لیتے ہیں تو اس حوالے سے کنکریٹ رہنمائی ہمیں قرآن حکیم نصیب کرتا ہے کہ اس میں انعام یافتہ سے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین مراد ہیں۔اسی طرح یہ بات بھی روایت کی گئی کہ مغضوب لوگوں سے مراد ’’کافر اور منافق‘‘ ہیں اور ’’وَلَا الضَّالِّينَ‘‘ سے یہودیوں اور عیسائیوں کے وہ طبقات مراد ہیں جو شرک میں مبتلا ہوئے اور جنہوں نے جادۂ انسانیت سے لوگوں کو بھٹکانے کی کوشش کی۔

غضب کیا ہے؟

1) اس کا اساسی اور لغوی معنیٰ جلد کا موٹا یا سخت ہوجانا۔ یہ "غضابہ" ہے۔

2) وہ آدمی جو بولتے ہوئے آگ اُگلے تو ایسے شخص کو "غضابی" کہتے ہیں کہ اس کی رگیں پھول جاتی ہیں، آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں، جسم کانپنے لگتا ہے، الفاظ پر اس کی گرفت نہیں رہتی، مفاہیم اس سے بھاگنے لگ جاتے ہیں اور مطالب اس سے فرار ہو جاتے ہیں۔

3) غضب کا ایک معنیٰ "شیر" بھی ہوتا ہے۔ ایسا شیر جو حاوی ہوجائے۔

4) مغضوب کا ایک معنیٰ سانپ بھی ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اس کی خوب مذمت فرمائی ہے۔

"صِراطَ الَّذِینَ أَنعَمتَ عَلَیهِمۡ" میں انعام کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی اور "غَیرِ المَغضُوبِ عَلَیهِمۡ وَلَا الضَّالِّینَ" کی نسبت اللہ کی طرف نہیں ہے۔ اس پر علماء یہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ اچھی بات منسوب کی جانی چاہیے۔ نکمی، بودی، اور چھچھوری بات خدا تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرنی چاہیے۔ اسی طرح حضور نبیٔ کریم ﷺ کی طرف بھی اچھی بات منسوب کی جانی چاہیے۔ اسی طرح آپ کی آلِ اطہار اور آپ کے اصحاب کے بارے میں جب بات کی جائے تو ہمارے لہجے خوب صورت ہونے چاہئیں اور ہمارے اسلوب محبت میں ڈھلے ہونے چاہئیں۔

ضال کیا ہے؟

1) اگر آپ کبھی کیکر کے درخت کے نیچے بیٹھیں تو آپ دیکھیں گے کہ جب اس پر سورج کی دھوپ پڑتی ہے تو اس کے نیچے جو سایہ بنتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے چھننی سے کوئی شے چھن کر زمین پر بہہ رہی ہے۔ گویا نہ سایہ ہوتا ہے اور نہ ہی دھوپ ہوتی ہے۔

2) اسی طرح اگر دودھ پانی سے مل جائے تو اس کے لیے "ضل" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

جو لوگ confused ہوتے ہیں، وہ بے یقینی کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں concepts صاف نہیں ہوتے ہیں۔ وہ حقائق کا جائزہ، تجزیہ اور تحلیل صحیح نہیں کر پاتے۔ وہ اللہ کے راستے کے ساتھ خانہ زاد اور خود ساز باتوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں، یہی ضلالت ہے۔

سورۃ الفاتحہ کے آخری حصہ سے تین سبق ہمارے سامنے آتے ہیں:

1) انعام یافتہ لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

2) ان لوگوں سے بچا جائے جو غضب کا شکار رہتے ہیں۔ ان سے اگر آپ سیدھی سیدھی مذہب، دستور اور آئین کی بات کریں، خدا تعالیٰ کی بات کریں یا نظام مصطفےٰ ﷺ کی بات کریں تو وہ خواہ مخواہ بھڑک جاتے ہیں اور تسلیم کی راہ اختیار نہیں کرتے۔

3) اس لیے گمراہوں کے راستے سے بچنا ہی راہِ صواب ہے۔

سوال نمبر 5:۔ سورۃ الفاتحہ کے بعد "آمین" کہنے کی فضیلت کیا ہے؟

جواب:۔ "آمین" کا تعلق ہماری عبادت والی زندگی سے بھی ہے اور ہماری روزمرہ زندگی سے بھی ہے۔ اس کا معنیٰ ہے

"یا اللہ! ایسا ہی ہوجائے"

جب کسی جگہ دعا کی جاتی ہے تو آمین کہہ کر بندہ کہتا ہے یا اللہ! یہ دعائیں میرے حق میں بھی قبول فرما لے۔ رسالت مآب ﷺ نماز کے اندر بھی وَلَا الضَّالِّینَ کے بعد "آمین" کہتے تھے۔ اس حوالے سے رسول کریم ﷺ سے حدیث مروی ہے۔ حضرت وائل فرماتے ہیں کہ:

"میں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے آمین بھی کہا اور پست آواز سے کہی"۔

ایک اور حدیث میں رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"آمین دعا کی حیثیت رکھتی ہے"۔

گویا جیسے مہر کسی خط کے باوثوق ہونے کی علامت ہوتی ہے ایسے ہی آمین بھی دعا کے لیے مہر کی حیثیت رکھتی ہے۔

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

"جس شخص کی "آمین" فرشتوں کی آمین کے موافق ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے"۔

خاتم المرسلین ﷺ کی لسانِ رحمت سے یہ بات بھی مروی ہے کہ

جب بندہ کسی کی عدم موجودگی میں اس کے پسِ پشت دعا کرتا ہے تو اللہ ایک فرشتہ اس کے ساتھ متعین فرما دیتا ہے۔ وہ اس کی عدم موجودگی میں دعا کر رہا ہوتا ہے تو فرشتہ آمین کہہ رہا ہوتا ہے۔ اور فرشتہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ مالک یہ اس کے لئے مانگ رہا ہے تو اسے بھی وہی کچھ عطا فرما دے۔

سوال نمبر 6:۔ عصر حاضر میں ہم "سورۃ الفاتحہ" کو کیسے سمجھیں گے؟

جواب:۔ اس وقت امتِ مسلمہ مسائل سے دوچار ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانیت پر کرم فرمائے اور سورۃ الفاتحہ میں جو سیدھی راہ کی نشاندہی کی گئی ہے اللہ تعالیٰ انسانیت کو اس راہ چلنے کی ہدایت عطا فرمائے اور ہمیں حضور ﷺ کے نظام سے بہرہ یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سوال نمبر 7:۔ "سورۃ الفاتحہ" کے مضامین کا خلاصہ بیان فرمائیں۔

جواب:۔ مضامین کی تلخیص یوں بیان کی جاسکتی ہے:

1) اللہ کی حمد و ثنا میں ڈوبے رہنا۔
2) اللہ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا۔
3) اللہ تعالیٰ ہی کو مربّی اور ربّ ماننا۔
4) رحمن اور رحیم کا راستہ تلاش کرنا۔
5) دین وہ اپنانا جو مالک اور ربّ کا ہو۔
6) عبادت ہی کو زندگی کا مقصد جاننا۔
7) ہر معاملہ میں اللہ کی مدد کو ہی کافی جاننا اور اس کی طرف رجوع کرنا۔
8) ہدایت طلبی کو وظیفۂ زندگی قرار دے دینا۔
9) انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی راہ چلنا۔
10) غضب یافتہ لوگوں کی صحبت سے بچنا۔
11) اور گمراہ لوگوں کے طریقوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
کے سائنسی نظریات پر فرانسیسی محققین کی تحقیق کے نمونے جدید تحقیقات کے تناظر میں

طارق مجاہد جہلمی

اسم گرامی: جعفر

لقب صادق کی وجہ

ابن خلکان اور دیگر مورخوں نے صادق کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ آپ انتہائی راست گو اور حق بیان تھے۔ اس راست بازی اور حق گوئی کی بنیاد پر آپ کو صادق کہا جاتا ہے ''ولقب بالصادق لصدقه فی مقالته''۔

آپ کا تعلق اہل سنت و جماعت سے ہے۔ آپ جلیل القدر تبع تابعین میں سے تھے۔

نسب والد کی جانب سے

ابو عبداللہ (وابو اسماعیل) جعفر صادق بن محمد الباقر علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی العلوی المدنی، کرم اللہ وجہہ۔

والدہ کا نسب

ام فروہ فاطمہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہم یہ اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ اس اعتبار سے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو والدہ کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے دوگونہ قرابت حاصل تھی۔ قاسم وہ تھے جنہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تربیت نصیب ہوئی اور ان سے حدیث روایت کی اور جن کا شمار مدینے کے فقہائے سبعہ میں ہوتا ہے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مدینہ منورہ کے علم کو اخلاف تک پہنچایا۔ اسی طرح امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ماموں عبدالرحمٰن بن قاسم بھی مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ کے نانا (قاسم) کے والد محمد بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ نے اپنے گھر میں بیٹوں کی طرح پالا تھا۔ غرض امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نسب اسلام کی دو انتہائی جلیل القدر ہستیوں (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے جا ملتا ہے اور اسی بابرکت ماحول میں انہوں نے آنکھ کھولی اور تربیت پائی۔

والد کی علمی حیثیت

آپ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے تھے۔ اپنے علم و فضل کی وجہ سے آپ الباقر (محقق) کے اعزازی لقب یا نام سے مشہور تھے۔ باقر کے معنی یہ ہیں جو علم کو چیر پھاڑ ڈالے۔ اسی کو محقق اور مرد بسیار علم کہا جاتا ہے۔ علم حدیث میں آپ کو سند کی حیثیت حاصل ہے۔

تاریخ پیدائش

آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت 17 ربیع الاول 80 ہجری 24 مئی 699ء کو ہوئی۔ آپ کی عمر چودہ سال تھی جب ان کے دادا زین العابدین کی وفات ہوئی۔

تین علمی سرچشموں سے سیرابی

آپ چودہ سال اپنے دادا زین العابدین اور چونتیس سال اپنے والد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اور ستائیس سال اپنے نانا حضرت قاسم کے سایہ میں تربیت میں رہے۔ اس طرح آپ کو ان تینوں سرچشموں سے سیراب ہونے کا موقع ملا۔

رشد و ہدایت کے منصب پر فائز ہونا

امام جعفر صادق رضی اللہ نے مذکورہ بالا علمی ماحول میں آنکھ کھولی، تعلیم و تربیت کے حصول کے بعد سن رشد کے مرتبہ عالی پر فائز ہوئے کہ بلاد اسلامیہ کے فضلاء و علماء و صوفیاء آپ کی بارگاہ میں اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ بلاشبہ صبر و شکر، تسلیم و رضا، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا نمونہ تھے ہر دور کے علماء نے ان کی پاکیزہ زندگی اور شخصیت کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

ابن حجر مکی

آپ اپنی کتاب صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں:

''تمام بلاد اسلامیہ میں آپ کے علم و حکمت کا شہرہ تھا''۔

عبدالکریم شہرستانی

آپ اپنی کتاب ''الملل والنحل'' میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''آپ علم و دین و ادب کا سرچشمہ، حکمت کا بحر ذخار، زہد و تقویٰ میں کامل تھے اور عبادت و ریاضت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ آپ شجر نبوت کا ثمر شیریں ہیں۔ وھوذو علم غزیر فی الدین، وادب کامل فی الحکمۃ وزہد بالغ فی الدنیا''۔

آپ کا علمی مقام

آپ کے مدرسہ فکر میں چار ہزار مختلف علاقوں سے طلباء تعلیم پاتے تھے۔ علم اور الٰہیات میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ بڑے بڑے مفسر، محدثین، فقہاء اور صوفیاء آپ کے شاگردوں میں ہیں۔ اس اعتبار سے آپ تفسیر قرآن، حدیث اور فقہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

آپ نے علم کیمیاً، طب، فال اور جفر وغیرہ پر مختلف کتابیں تالیف کیں۔ مشہور کیمیاً داں جابر بن حیان جو کہ آپ کا شاگرد ہے، اس نے ایک ایسی مفصل کتاب تالیف کی جس میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پانچ سو رسائل جمع کیے۔ جس میں کیمیا، فلسفہ، طبیعات، ہیت، منطق، طب، تشریح الاجسام، افعال اعضاء اور مابعد الطبیعات جیسے علم کا بیان ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا آپ سے فیضان ولایت کا حاصل کرنا

نقشبندی احباب کا اہل سنت و جماعت سے تعلق ہے۔ یہ دنیائے اسلام کا عظیم صوفیانہ سلسلہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ذریعے امام قاسم بن محمد بن بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے فیضان باطنی حاصل کرتا ہے۔

وفات

آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مدینہ منورہ میں بسر کیا۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ماہ شوال (یا ماہ رجب) 148ھ 725ء میں ہوئی۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے سائنسی نظریات

یورپ کے مشہور ملک ''فرانس'' کے ''اسلامک اسٹڈیز سنٹر اسٹراس برگ فرانس'' میں آپ کے سائنسی علوم پر ایک تحقیقی ٹیم تشکیل دی گئی ۔ جن میں 25 سائنس دانوں و محققین غیر مسلم اور تین مسلمان شامل تھے۔ یہ کتاب فرانسیسی زبان میں ہے۔ پاکستان کے ایک موقر جریدے نے اس کا اردو ترجمہ کر کے اس کی تلخیص پیش کی ہے لہٰذا ہماری پیش کردہ معروضات تمام تر ''اسلامک اسٹڈیز سنٹر اسٹراس برگ فرانس'' کی پیش کردہ تحقیق سے ماخوذ ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے دوسری صدی ہجری میں سائنسی حقائق کی جانب اشارے کیے جو آج جدید سائنسی علوم کی بنیاد میں شامل ہیں۔ اس میں آپ رضی اللہ عنہ نے ہر شعبہ علم میں قرآن و حدیث کے عمیق مطالعے کے بعد ایسی فکر سے روشناس کرایا۔ جس کے منظر عام پر آنے سے ہر اہل علم و تحقیق انگشت بدنداں رہ گیا۔

نظریہ عناصر اربعہ پر امام جعفر کی تنقید

امام جعفر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہوا ایک عنصر نہیں ہے بلکہ ہوا میں چند اجزاء ہوتے ہیں۔ سانس لینے کے لیے جن کی موجودگی اشد ضروری ہے''۔

بعد میں جب آکسیجن کو ہوا کی دوسری گیسوں سے جدا کیا گیا تو سائنسدانوں نے یہ خیال پیش کیا کہ جو چیز جانداروں کے زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے وہ آکسیجن ہے اور ہوا کی دوسری گیسوں کو بے فائدہ جانا گیا۔ یہ نظریہ امام صادق رضی اللہ عنہ کے نظریے کے خلاف تھا جس کے تحت ہوا کے تمام اجزاء زندگی کے لیے ضروری ہیں۔ آگے چل کر انیسویں صدی کے نصف میں سائنس دانوں نے اپنے نظریات کی تصحیح کر لی۔

دراصل آکسیجن خود نہیں جلتی بلکہ جلنے میں مدد دیتی ہے اور ایسے جسم کے ساتھ جو جلنے کے قابل ہوتا ہے جب عمل کرتی ہے تو جسم جلنے لگتا ہے۔ اگرچہ آکسیجن جانداروں کے لیے لازمۂ حیات ہے اور ہوا کی دوسری تمام گیسوں کے درمیان واحد گیس ہے جو خون کو صاف کرتی ہے لیکن جاندار خالص آکسیجن میں زیادہ عرصہ کے لئے سانس نہیں لے سکتے کیونکہ ان میں نظام تنفس کے خلیات کی Oxidation شروع ہو جاتی ہے اور جب کبھی انسان یا جانور کے پھیپھڑوں کے خلیات ایک طویل مدت تک خالص آکسیجن میں سانس لیتے ہیں تو چونکہ آکسیجن کا ان کے ساتھ Reaction ہوتا ہے اس لیے پھیپھڑوں کے خلیات جلنے لگتے ہیں اور کوئی انسان یا جانور جس کے پھیپھڑے کے تمام خلیات جل جائیں تو اس کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آکسیجن کے ہمراہ دوسری گیسیں بھی انسانی پھیپھڑوں میں داخل ہوں۔ جب سائنس دانوں نے آکسیجن کے متعلق سانس لینے کے لحاظ سے اپنے نظریات کی تصحیح کی ثابت ہو گیا کہ حضرت امام جعفر صادق کا نظریہ صحیح ہے۔

یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ وہ تمام گیسیں جو ہوا میں بہت کم مقدار میں پائی جاتی ہیں سانس لینے میں مفید ہیں۔ مثال کے طور پر اوزون گیس OZone 03 کو لے لیں جس کی کیمیائی خصوصیات آکسیجن کی مانند ہیں اور اس کا ہر مالیکیول آکسیجن کے تین ایٹموں سے مل کر بنا ہے۔ بظاہر وہ عمل تنفس میں اتنی اہم نہیں لیکن جب آکسیجن خون میں شامل ہوتی ہے تو اس دوران موجود گیسوں کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ آکسیجن کو سطح زمین میں بیٹھنے نہیں دیتیں۔ اگر اس طرح نہیں ہوتا تو آکسیجن سطح زمین میں ایک خاص بلندی کی حد تک چھائی رہتی اور دوسری گیسیں جو ہوا میں پائی جاتی ہیں آکسیجن کے اوپر ہوتیں۔ نتیجتاً زمین پر زندگی کو برقرار رکھنا ممکن نہ ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نظریہ کہ ''ہوا کے تمام اجزاء عمل تنفس کے لیے ضروری ہیں۔'' انیسویں صدی کے وسط سے لے کر آج تک تسلیم کیا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وہ پہلے سائنسدان ہیں جنھوں نے عناصر اربعہ کے عقیدے پر تنقید کی اور اسے قابل اصلاح قرار دیا۔ یہ وہ وقت تھا جب وہ لڑکپن کے دور میں تھے۔ عناصر اربعہ کا عقیدہ یہ تھا کہ زمین پر صرف چار عناصر ہوا، پانی، مٹی اور آگ پائے جاتے ہیں۔ یہ عقیدہ ایک ہزار سال کی مدت سے ناقابل متزلزل سمجھا جاتا تھا۔ آج ہمارے لیے یہ ایک احمقانہ سی بات ہے کیونکہ ہماری آج کی دنیا میں ایک سو سے زائد عناصر دریافت ہو چکے ہیں لیکن ساتویں صدی عیسوی میں یہ ایک بڑا اور انقلابی نظریہ تھا اور اس زمانے کے انسانوں کی عقلیں اس بات کو قبول نہیں کر سکتی تھیں کہ ہوا ایک وسیع عنصر نہیں ہے۔ اس زمانے میں اور اس کے بعد آنے والے زمانوں میں بلکہ اٹھارویں صدی عیسوی تک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے علمی انقلابی نظریات کو یورپ میں برداشت کرنے کی گنجائش نہ تھی۔

زمین کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا نظریہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے آج سے سینکڑوں سال قبل قرآنی علوم کی روشنی میں یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ زمین اپنے اردگرد گھومتی ہے (یعنی محوری گردش) اور دن رات کا باری باری آنا سورج کی زمین کے گرد گردش کی وجہ سے نہیں بلکہ خود زمین کی اپنے اردگرد (محوری گردش) کی وجہ سے ہے۔ اس طرح زمین کا نصف حصہ ہمیشہ تاریک اور آدھا روشن ہوتا ہے۔

آج جدید سائنسی علوم کے فروغ کی بنا پر ہم جانتے ہیں کہ نظام شمسی میں ایسا کوئی سیارہ نہیں جو محوری گردش نہ کر رہا ہو اور نظام شمسی کے تمام سیاروں کی محوری حرکت طبعی قوانین کے عین مطابق ہے۔ سورج جو نظام شمسی کا مرکز اور نظام شمسی کو چلانے والا ہے وہ بھی خط استوا میں 25 دن و رات میں مکمل کرتا ہے۔

قدیم زمانے کے لوگ جو زمین کے گول ہونے پر یقین رکھتے تھے انہیں یہ معلوم تھا کہ زمین کا آدھا حصہ

ہمیشہ تاریک اور آدھا حصہ روشن رہتا ہے لیکن ان کا خیال تھا ایسا سورج کے زمین کے اردگرد چکر لگانے کی وجہ سے ہے۔ پندرہویں، سولہویں اور سترہویں صدی کے سائنسدانوں نے ستاروں کے میکانکی قوانین کا ایک حصہ دریافت کر لیا لیکن وہ یہ نہیں معلوم کر سکے کہ زمین اپنے محور پر اردگرد بھی گھومتی ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور کے علمی مراکز سے دور اُفتادہ شہر مدینے میں رہتے ہوئے ہی نوع انسانی کو زمین کی محوری گردش کے بارے میں آگاہ فرمایا۔

اس دور میں علمی مراکز قسطنطنیہ، انطاکیہ، گندی شاہ پور میں تھے اور ابھی تک بغداد کو اس قدر اہمیت حاصل نہ ہو سکی تھی کہ علمی مرکز قرار دیا جاتا۔ ان مذکورہ علمی مراکز میں سے بھی کوئی یہ معلوم نہ کر سکا تھا کہ زمین اپنے محور کے اردگرد گھومتی ہے اور اسی گردش کے نتیجے میں دن اور رات بنتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ستاروں کے میکانکی قوانین اور Gravitational Force سے بھی آگاہی دی تھی، یعنی آپ رضی اللہ عنہ مرکز کی طرف مائل اور گریز کرنے والی قوتوں سے آشنا تھے۔ یاد رہے کہ مرکز کی طرف مائل کرنے والی قوت کی وجہ سے ہی سیارے اپنے محور کے اردگرد گھومتے ہیں اور ان قوتوں کا علم رکھے بغیر کوئی بھی انسان زمین کا اپنے محور کے اردگرد گردش سے متعلق آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔

علم طبیعات اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے دنیا کی تخلیق کے بارے میں یہ طبیعاتی نظریہ پیش کیا کہ ''دنیا ایک چھوٹے سے ذرے سے وجود میں آئی ہے اور وہ ذرہ بھی دو متضاد قطبین سے مل کر بنا ہے۔ اس طرح مادہ وجود میں آیا پھر مادہ کی مختلف اقسام بن گئیں۔ یہ اقسام مادے میں ذرات کی زیادتی یا کمی کا نتیجہ ہیں''۔

اس تھیوری اور موجودہ ایٹمی تھیوری میں جو دنیا کی تخلیق سے متعلق ہے ذرا بھی فرق نہیں پایا جاتا اور یہ متضاد دو قطب ایٹم میں جو متضاد چارج یعنی منفی اور مثبت ہیں اور یہی دو چارج ایٹم کی ساخت کا سبب ہیں۔ اس نظریے میں متضاد قطب اہمیت کے حامل ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے قبل یونانی فلسفیوں اور اسکندریہ کے سائنسدانوں نے اس بات کا سراغ لگا لیا تھا کہ کائنات میں اضداد (یعنی متضاد اجسام) کا وجود ہے اور ان میں سے بعض کا کہنا تھا کہ ہر چیز کو اس کی ضد سے پہچاننا چاہئے لیکن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی تھیوری ایسی تھیوری ہے جس میں متضاد چیزوں کا ذکر نہایت صراحت سے کیا گیا ہے۔ آپ کے نظریہ میں ایسی صراحت ہے جو نہ تو یونان کے قدیم فلاسفروں کے نظریہ میں پائی جاتی ہے اور نہ ہی اسکندریہ کے علمی مکتب کے سائنسدانوں نے متضاد چیزوں کے بارے میں ایسے نظریات پیش کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے انہوں نے فرار کی راہ باقی رکھی تھی یعنی اگر انہیں یہ معلوم ہوا کہ انہوں نے غلطی کی ہے تو وہ اپنے الفاظ واپس لے سکیں۔ یہاں یہ بات عیاں ہے کہ انہوں نے اپنے نظریات اس لیے اس شکل میں پیش کیے کہ وہ نظریات کے بارے میں کامل یقین نہیں رکھتے تھے لیکن حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے نظریے کو اس طرح بیان کیا ہے کہ ان کی تھیوری میں ''اگر'' اور ''لیکن'' کا وجود نہیں ملتا۔ آپ نے جو کچھ کہا اس کی اہمیت کا اس وقت احساس ہوا جب سترھویں صدی عیسوی میں فزکس کی رو سے دو متضاد قطب کا وجود ثابت ہوا۔

فزکس کے قوانین میں سے ایک قانون کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اظہار خیال فرمایا جو اجسام کے غیر شفاف اور شفاف ہونے کے بارے میں ہے۔

آپ نے فرمایا ''ہر وہ جسم جو جامد اور جاذب ہو وہ غیر شفاف ہوتا ہے اور ہر وہ جسم جو جامد اور دافع ہو وہ تھوڑا یا زیادہ شفاف ہوتا ہے'' آپ سے سوال کیا گیا کہ جاذب کسے کہتے ہیں؟ آپ نے جواباً فرمایا ''جاذب یعنی حرارت جذب کرنے والا، فزکس کا یہ نظریہ جس کے بارے میں ہمیں معلوم ہے ایک الحاق کے ساتھ علمی قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ اس پر غور کرنے کے بعد آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف اور دوسری صدی ہجری کے پہلے نصف میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اتنا شاندار نظریہ پیش کیا۔

جدید فزکس کا قانون کہتا ہے کہ جس جسم سے حرارت کی شعاعیں Heat Rays الیکٹرو میگنیٹک شعاعیں Electro Magnetic Rays آسانی سے گزر سکیں یعنی وہ ان دونوں شعاعوں کا موصل ہو تو وہ سیاہ ہو گا اور اس میں چمک نہ ہو گی۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے الیکٹرو میگنیٹک شعاعوں میں نام نہیں لیا صرف حرارت کے بارے میں بات کی۔ بہر کیف حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کہا وہ جدید فزکس کے قوانین کے عین مطابق ہے۔

امام جعفر صادق کے سادہ علمی نظریات

تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایسے علمی قوانین جو سادہ ترین ہوں لوگوں میں جلد عام ہو جاتے ہیں۔ علمی قانون جس قدر سادہ ہو گا وہ لوگوں کے درمیان تیزی سے مقبول ہو گا اور کافی عرصے تک یاد رکھا جائے گا۔ سادہ علمی قوانین نہ صرف ایک نسل کے درمیان شہرت پاتے ہیں بلکہ دنیا کی تمام قومیں اور نسلیں ان سے استفادہ کرتی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے کلام میں ایسے محاورات اور ایک حصہ تمام گزشتہ اقوام نے قبول کیا ہے۔ مثال کے طور پر امام صادق فرماتے ہیں:

''جب تم درد میں مبتلا ہوتے ہو تو اپنے بارے میں زیادہ فکر مند ہو جاتے ہو''۔

یہ بات امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مدینے میں کہی لیکن بعد میں افریقہ، ایشیائی، یورپی اور پھر امریکی اقوام تک پہنچی اور جس کسی نے جہاں کہیں بھی اس مقولے کے بارے میں سنا اسے خیال آیا کہ کہنے والے نے سچ کہا ہے۔ یہ بات پھر پوشیدہ ہو گئی لیکن یہ نظریہ اس قدر مقبول ہوا کہ معروف اسکالر اور کینیڈین یونیورسٹی کے پروفیسر مارشل مائیک لوہان نے اسے نفسیات کے قوانین میں شامل کر لیا اور کہا ''صرف درد کا وقت ایسا ہوتا ہے جب ہم اپنے آپ کو نہیں بھول سکتے اور اگر ہمارے جسم کا کوئی عضو درد محسوس نہ کرے، اگر ہم جسمانی یا روحانی تکلیف میں مبتلا نہ ہوں تو ممکن ہے اپنے آپ کو بھول جائیں''۔

بقیہ صفحہ 34 پر

ابراہیم کی دعا، عیسیٰ کی بشارت اور سیدہ آمنہ کا خواب

صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

ربیع الاول شریف کی وہ مبارک گھڑی جب وجہ تخلیق کائنات اس دنیا میں تشریف لائے عاشقان مصطفیٰ ﷺ کے لیے لیلۃ القدر سے بھی زیادہ افضل ہے کیونکہ لیلۃ القدر بھی اسی مبارک ساعت کے وسیلہ سے ملی۔ اگر آمد مصطفیٰ ﷺ کو حصول نعمت کا آغاز سمجھ لیں تو باقی نعمتیں خود بخود اس کے تابع ہو جاتی ہیں۔ بارش کا پہلا قطرہ دریاؤں اور سمندروں کے لیے ابتدا ہے دریاؤں کا شور، سمندروں کی طغیانی، چاندنی راتوں میں دریا کا جوبن اور لہروں کی اٹکھیلیاں سب سے پہلے قطرے کی مرہون منت ہیں اب اگر سارے سمندر کی اصل وہی پہلا قطرہ قرار دے لیں تو یہ عین منطق کے اصولوں کے مطابق ہے کیونکہ اسی سے نہریں، دریا، سمندر وجود میں آئے۔ یہی بات ربیع الاول میں آمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے کہ اگر یہ گھڑی نہ ہوتی تو نعمتوں کا آغاز کیسے ہوتا؟ لیلۃ القدر جیسی رات کیسے ملتی؟ قرآن مجید جیسی نعمت کیسے ملتی؟ ایمان اور ایمان کی حلاوت کیسے نصیب ہوتی؟ گویا جس مبارک گھڑی میں رسول اکرم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے وہ گھڑی نعمتوں کا آغاز تھا باقی سب کچھ اسی کے طفیل امت رسول ﷺ کے دامن میں آیا تمازت آفتاب سے جھلستی زمین ہو یا آسمان کی شعلہ ریزیوں کا سامنا کرنے والا پھول، ٹوٹی گردنوں والے شگوفے ہوں یا سوکھی پتیاں، خشک کھتیاں ہوں یا لو کی دہشت سے ہانپتے راستے ان سب کے لیے بارش کا پہلا قطرہ ہی بارش کی اصل ہے جل تھل کا سماں اس قطرے کے وسیلے سے ہے محسن ہے یہ قطرہ سرو صنوبر کا، لہلہاتے کھیتوں کا، تابندہ چشموں کا، مرمریں ندیوں کا مہکتے پھولوں کو، کیونکہ اس اصل کا فیض ہر کسی کو حسب حال پہنچ چکا ہے یہی بات نورانیت مصطفیٰ ﷺ سے سمجھ میں آتی ہے بقول اقبال:

از دم سیراب آں لقب لالہ
لالہ رست از ریگ صحرائے عرب

دین او آئیں او تفسیر کل
درجبیں او خط تقدیر کل

رسول پاک ﷺ امی لقب کے مالک ہیں آپ کی سانس مبارک نے انسانیت کو اس طرح سیراب کیا ہے کہ ریت کے ٹیلوں بھرے عرب جیسے صحرا میں گلاب کے پھول کھل اٹھے ہیں۔ آپ کا دین اور قانون ہر چیز کو بیان کرنے والا ہے اور آپ کی پیشانی مبارک میں پوری کائنات کی تقدیر لکھی ہے یعنی جس سے آپ خوش وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس سے آپ ناراض وہ ناکام و نامراد ہوگا اس نور مصطفیٰ ﷺ کو کائنات کی اصل کہا گیا اسی بات کو اقبال کے لفظوں میں پڑھنے سے ایمان کو زیادہ حلاوت نصیب ہوگی فرماتے ہیں:

دشت میں، دامن کہسار میں، میدان میں ہے
بحر میں، موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر، مراکش کے بیاباں میں ہے
اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنا لک ذکرک دیکھے

نبی پاک ﷺ اصل الموجودات ہیں اور آمد مصطفیٰ ﷺ کی گھڑی افضل الاوقات ہے ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے اب اس ساعت کی شان ملاحظہ ہو جس ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی حدیث مبارکہ کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق یوم جمعہ بعد نماز عصر ہوئی حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معمول تھا کہ آپ نماز عصر سے نماز مغرب تک کسی سے کلام نہ فرماتی بلکہ ذکر واذکار میں مشغول رہتیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ اس وقت کی گئی کوئی دعا رد نہیں ہوتی کیونکہ یہ وہ وقت ہے جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا گویا جس گھڑی آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اس وقت کی دعا کو اللہ رد نہیں فرماتا تو اس گھڑی کی کیا شان ہوگی جس گھڑی آقائے دوجہاں ﷺ تشریف لائے بقول اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

حضور پاک ﷺ کے میلاد کو بدرجہ اولیٰ سعادت ہے میلاد کا عنوان آج کی تراش نہیں ہے بلکہ یہ تو ہمیشہ سے اہل ایمان کے محبوب وظائف میں شامل رہا ہے یہ عنوان حرز جاں، وردزباں بن کر قلم مسلمانوں کی مشقتوں کا حاصل رہا ہے بلکہ مسلماں کے عقیدے کی روح اسی ایک عنوان کو کہا جاسکتا ہے میلاد مصطفیٰ ﷺ کو عقیدہ وعمل کی جان کہہ کر قلب مسلماں کو سکون نصیب ہوتا ہے اور یہی عشق کا کمال ہے بقول اقبال:

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست
بحرو بر در گوشہ دامان اوست
روح را جز عشق او آرام نیست
عشق او روزیست کہ را شام نیست

جس خوش نصیب انسان کو عشق رسول ﷺ کی گراں بہا دولت نصیب ہوگی یہ کائنات بحروبر اس کے گوشۂ داماں کی وسعت سے زیادہ نہیں رہے گی انسان کی روح کو حضور ﷺ کے عشق کے بغیر قرار نہیں مل سکتا یہ ہر وقت مضطرب رہتی ہے اور آپ کا عشق ایسے دن کی مانند جس کی تابانی اور تابناکی کو کبھی زوال نہیں آسکتا۔ ابن آدم کی تاریخ کے سکالر چودہ سو سال سے اس ناقابل فراموش انقلاب پر اپنی تحقیقات کو تھکا رہے ہیں جس نے اقوام عالم کے قلب پر ایک نرالہ لیکن دائمی نقش ثبت کر دیا چند ہی سال کے عرصہ میں نہ صرف جذباتی کلچر بدلہ بلکہ بنی نوع انسان کو ایک ایسے نقطہ پر جمع کر دیا کہ انسانی تاریخ کے دامن میں سوائے حیرت واستعجاب کے کچھ بھی نہیں اسی بات کو اقبال اپنے مخصوص انداز میں بیان فرماتے ہیں:

مژدہ صبح دریں تیرہ شبانم دانند
شمع کشند و زخورشید نشانم دانند

''حضور انور ﷺ نے میری تاریک راتوں کو صبح بہار جاوداں کا مژدہ جانفزا سنایا شمع محبت کی جگہ عشق کا خورشید جہاں تاب بخش کر میرے دل کو نورانی نشان سے متصف کر دیا''۔

اس خورشید جہاں تاب کا طلوع ربیع الاوّل میں پیر کے مبارک دن کو ہوا پیر کے دن کے بارے میں حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درختوں کو پیر کے دن پیدا فرمایا۔ درخت منبع رزق ہیں، تازہ ہوا کا باعث ہیں، جانداروں کی خوراک ہیں، امراض کے دفعیہ کے لیے ان سے ادویات تیار ہوتی ہیں۔ درخت احساسات کے لیے فرحت کا باعث ہیں موسم بہار میں ان پر پھوٹنے والی ننھی ننھی کونپلیں قلوب انسانی میں عجیب احساس جگا دیتی ہیں۔ گویا پیر کا دن اصحاب ذوق کے لیے صبح بہار کا نقیب ہے۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو جب مشام جاں معطر کر دے تو ایک لمحے کے لیے پیر کے دن کی عظمت کے بارے میں ضرور سوچنا چاہیے اور پیر کے دن کی عظمت کو سلام کرنا چاہیے کیونکہ یہ سب کچھ پیر کے دن کا صدقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا اس دن میری ولادت ہوئی اس دن وہ تشریف لائے جن کا لقب ہی کریم و رحیم ہے لہٰذا ان کی آمد کا دن رحمت ہی رحمت، بہار ہی بہار، امن ہی امن، احسان ہی احسان کا حامل ہے۔ یہ دن بھی رحمتوں سے بھرپور ہے اور جس کی اس دن آمد ہے وہ بھی سراپائے رحمت ہے۔ اللہ اکبر وہ کیسی مبارک ساعت ہوگی جب اللہ نے اپنے نور سے نور محمدی ﷺ کو پیدا کیا ہوگا۔ رسول کریم ﷺ کے صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے بتائیں کہ اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا حضور پاک ﷺ نے فرمایا اے جابر اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا تو یہ بات واضح ہوگئی کہ نورانیت مصطفیٰ ﷺ آج کی تراش نہیں بلکہ حقیقت ہے اور صدیوں سے مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔

❂ ❂ ❂

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''اگر قیامت کی گھڑی آ جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں کسی پودے کی قلم ہو اور اسے اتنا وقت میسر آ جائے کہ وہ اسے زمین میں لگا سکے تو اسے ضرور لگا دے کیونکہ اسے اس بھلے کام کا اجر بھی ملے گا''۔

آخرت پر ایمان کی روح آخرت کے لیے تیاری ہے۔

''اور فرشتوں پر''۔

کائنات میں صرف وہی کچھ نہیں جو آپ کو نظر آتا ہے بلکہ زیادہ وہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ اگر پیغمبر کی زبان پر یقین و تسلیم سے نظر نہ آنے والے اور زمان و مکاں میں نہ سمانے والے الٰہ کو مان لیا تو فرشتوں پر ایمان کتنا کچھ مشکل ہے۔ یہ بات بھی ایمانیات کا اعظم حصہ ہے۔

''اور کتابوں پر''۔

کتابوں پر ایمان سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں۔ مسلمان کی فکری اور عملی تربیت میں حسد نام کی کوئی چیز نہیں، وہ جیسے قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتا ہے تمام آسمانی کتابوں پر اس کا ایمان ہوتا ہے، البتہ مسلمان ''قرآن حکیم'' کو مصدق اور ناسخ شرائع جانتا ہے۔ فکری ارتقا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آخر میں نازل ہونے والی کتاب کا قطعی اور واشگاف ہونا مانا جائے۔

''اور تمام انبیاء پر''۔

انسان ہر دم محتاج ہے کہ اس کے روحانی اور مادی مسائل کے حل کے لیے اسے کوئی کامل قائد اور رہبر میسر آئے۔ خالق کائنات نے انسان کی اسی ضرورت کو انبیاء علیہم السلام کی صورت میں پورا کیا ہے۔ ان پر ایمان اسلامی زندگی کا اولین تقاضا ہے۔ امام الانبیاء اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں اور اب ساری کائنات کے لیے اسوۂ حسنہ حضرت محمد ﷺ کی ذات میں ہے۔

''اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر''۔

دنیا بڑی دلکش ہے لیکن اس سے دل لگانا حماقت ہے۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: محمد طارق صدیق کھوکھر، محمد عقیل صدیق کھوکھر

ابن الوقت لوگوں کے جہاں میں

پرتو ماهتاب

محمد منشا تابش قصوری

مرید کے ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں ایک بڑا سا انسان رہتا تھا۔ منشا تابش عالم، محدث، مفسر، معلم اور لکھاری۔ دھیمی زندگی میں آبشار طبیعت انسان ہزاروں علماء کا استاد تھا۔ سعدی کا اخلاق، رومی کا درد، اقبال کی خودی، اکبر کی ظرافت اور جامی کی ہو مستی چھرنے کی طرح ان کے وجود سے فیض بار رہتی تھی۔

اگر کوئی برا نہ منائے تو منشا تابش کی رحلت پر رومی معمار سنمار کو یاد کر لوں جس نے معروف بادشاہ نعمان بن منذر کے لیے کوفہ کے قریب ایک محل تعمیر کیا۔ جب تعمیر سے وہ فارغ ہو چکا تو بادشاہ دیکھنے آیا اور اس کی کمال صناعی پر عش عش کرنے لگا۔ سنمار نے کہا جناب عالی! اس محل میں ایک اینٹ ایسی ہے کہ جس کے ہلانے سے پورا محل زمین بوس ہو جائے گا۔ بادشاہ نے پوچھا تمہارے علاوہ کسی اور کو اس کا علم تو نہیں؟ سنمار نے کہا نہیں جناب بالکل بھی نہیں۔ بادشاہ سنمار کو لے کر چھت پر چڑھ گیا۔ کہتے ہیں وہاں باشاہ کی دھکا نوازی سے سنمار زمین پر پٹخ کر مار دیا گیا۔

یہ تو ایک کہانی تھی جو ہم نے سنائی تھی بات منشا تابش کی عظمتوں کی ہو رہی تھی، وہ بھی کوفہ کے قریب اخلاق آموزی کے قصر تعمیر کرتے رہے لیکن ہر محل میں ایک ایک سنگ لرزاں رکھتے گئے اسی کی وجہ سے نظام العلم نے سنمار کی طرح چھت سے پٹخ دیا۔ چلیے چھوڑیے اس صدق کو سنبھال لیجیے کہ منشا تابش کی تحقیقات نے بہر حال بڑے بڑے لوگوں کی مصنوعی عزت کے فرضی محل زمین بوس کیے اور ابن الوقتوں کی دنیا میں ابوالوقت بن گئے اور زندگی محفوظ کر لی چونکہ آپ قصوری تھے اس لیے بلھے شاہی مسلک اپنا لیا۔ کتنا دکھ ہے کہ پس مرگ ان کے شاگرد جنہوں نے اخلاق ان سے سیکھا، اپنے استاد کی عظمتوں کی داد نہ دے سکے۔ کوئی مانے نہ مانے منشا تابش قصوری احرار کا امیر تھا اور ان کی زندگی کا وظیفہ سلامتی ضمیر تھا۔ مرید کے والوں کے پاس اگر لحد کے لیے دو گز زمین ہوتی تو میں بھی وصیت کر جاتا کہ بعد از موت مجھے بھی منشا کے پہلو میں دفنانا، اس لیے کہ ہم دونوں گھرانۂ علی کی خوشبوؤں ہی سے بخشے جائیں گے۔ ہماری محبتوں کا ضمیر خاکِ نجف و مدینہ سے تیار ہوا ہے۔

منشاء تابش کی اللہ مغفرت فرمائے۔ وہ مدبر، معلم اور بردبار تھا اور اس کی نسبتیں پنج تنی تھیں۔ وہ اخلاق پڑھاتا ہی نہیں تھا بلکہ پڑھا پڑھا کر اور آزما آزما کر خود گلستان اور بوستان بن گیا تھا۔ اللہ نگہبان

ہدیۂ حروف

سید ریاض حسین شاہ

عید میلاد النبی اور قائداعظم

ظفر علی راجہ

قائداعظم محمد علی جناح کا ظاہری حلیہ اور زبان انگریزوں جیسی تھی لیکن بباطن آپ ایک سچے اور کھرے مسلمان، اللہ تبارک وتعالیٰ کی واحدانیت پر کامل یقین اور حضرت محمد ﷺ سے دلی عقیدت رکھتے تھے۔ قیام لندن کے دوران نوجوان محمد علی جناح نے ممتاز مغربی سکالر تھامس کارلائل کے ایک لیکچر کا مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ یہ نکلا کہ اپنے نبی ﷺ سے ان کی عقیدت اور محبت مزید مستحکم ہوگئی۔ اس لیکچر کا عنوان تھا:

The Hero as Prophet Muhammad

یہ لیکچر 1840ء میں دیا گیا تھا۔ بعد ازاں ہندوستان میں اس کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا تو اس کا پیش لفظ محمد علی جناح نے تحریر کیا اور لکھا کہ میں نے زمانہ طالب علمی میں اس لیکچر کا مطالعہ کیا تھا تب سے اس مرد عاقل کی عظمت میرے دل میں جاگزیں ہے۔ اس نے ہمارے پیغمبر ﷺ کی زندگی کے تمام حالات اور آپ ﷺ کے کارناموں کی سچی تصویر کھینچ کر نہ صرف مسلمانوں بلکہ ساری دنیا کی بڑی خدمت کی ہے۔ قائداعظم کی بے شمار تقاریر میں حضرت محمد ﷺ کے حوالہ جات اور ان سے عقیدت کے رنگ نمایاں ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح کے اسلامی ادراک اور عشق نبی کے حوالے سے تحقیق میں منفرد مقام کے حامل اور قائداعظم کے حضرت محمد ﷺ سے عقیدت کو اجاگر کرنے والی چھ کتب کے مرتبہ پروفیسر محمد حنیف شاہد نے ایک محفل میں یہ بتا کر حاضرین کو حیران کر دیا کہ قائداعظم نے مارچ 1935ء میں جب وہ صرف بیرسٹر محمد علی جناح تھے ناظم تحریک تنظیم مساجد لاہور سید سرور شاہ گیلانی کی تحریک ختم نبوت کے دوران عید میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے انگریزی زبان میں ایک طویل لیکچر تیار کیا تھا۔ سید سرور شاہ گیلانی کی دعوت پر جن دوسرے نامور صاحبان علم وفضل نے لیکچر بھجوائے ان میں مولانا ظفر علی خان، علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، ڈاکٹر محمد عالم، چوہدری افضل حق اور چوہدری سر چھوٹو رام شامل تھے۔ سید سرور شاہ گیلانی نے 1935 میں ہی محمد علی جناح کے لیکچر کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کیا اصل پمفلٹ کی عکسی نقل پروفیسر محمد حنیف شاہد کی مرتب کی ہوئی کتاب رحمۃ للعالمین قائداعظم کی نظر میں شامل اشاعت کی گئی ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت کے حوالے سے قائداعظم نے لکھا:

''یہ قانون قدرت ہے کہ جب موسم خزاں میں درختوں کے پتے خشک ہو کر جھڑ جاتے ہیں تو بہار کی دلفریب ہوائیں بھی بہت پیچھے نہیں ہوتیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ درختوں کے جسم سے لہلہاتی ہوئی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور قدرت ایک دفعہ پھر دلفریب دلہن کی طرح حسن کی آسائشوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب عرب گمراہی کی ضلالتوں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل نے ایک ایسے سورج کا طلوع کیا جس کی درخشانی اور تابانی نے تاریک ترین ریگزاروں کو بھی بقع نور بنا دیا۔ 22۔اپریل 571ء کو مکہ میں آفتاب رسالت ﷺ طلوع ہوا۔ حضور ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے مختلف حصوں اور مختلف وقتوں کے لئے انبیاء کرام تشریف لاتے رہے۔ ان کی تعلیم عالمگیر نہ تھی اور عالمگیر ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ انسانیت کو ارتقائی منازل طے کرنے میں بھی ابھی بہت وقت درکار تھا بالآخر ہمارے ہادیٔ عالم ﷺ کا ورود مقدس اس وقت ہوا جب دنیا ایک ایسی منزل پر پہنچ چکی تھی جہاں سے وہ حقائق اور معارف کے تمام امور کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتی تھی اس لئے ہمارے پیغمبر آخر الزماں کو رحمۃ للعالمین کے معزز لقب سے خالق اکبر نے سرفراز فرمایا۔

عید میلاد النبی کے حوالے سے مئی 1937ء میں قائد اعظم نے ایک عقیدت بھری تقریر کی یہ تقریر آپ نے کاؤس جی جہانگیر ہال بمبئی میں حضور ﷺ کے یوم ولادت پر منعقدہ خصوصی تقریب میں کی تھی، جس میں آپ نے کہا حضور سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نہ صرف ایک مذہب (دین حنیف) دیا بلکہ ایک ضابطۂ حیات دیا جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی یہ ایک روحانی اخلاقی معاشی اور سیاسی ضابطہ ہے جس نے دنیا کے بدلے ہوئے تغیر پذیر حالات اور واقعات کا ساتھ دیا یہ کوئی بڑی بات نہیں اور اس میں کوئی بڑائی نہیں کہ ہم محض زبانی حضور ﷺ کی تعریف کرتے رہیں اور ان کے عطا کردہ نظام حیات کے گیت گاتے رہیں اور اپنے ماضی میں زندہ رہیں۔

1945ء میں عید میلاد النبی کے موقع پر اخبار مسلم ویوز بمبئی کے مدیر نے قائداعظم محمد علی جناح سے فرمائش کی کہ وہ اس دن کی مناسبت سے اپنے تاثرات بغرض اشاعت بھجوائیں اس کے جواب میں قائداعظم نے پیغمبر آخر الزمان ﷺ کے حضور مندرجہ ذیل الفاظ میں ہدیہ عقیدت پیش کیا:

''آپ نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ میں آپ کو عید میلاد النبی کی تقریب پر پیغام ارسال کروں، میں آج آپ کو اس کے سوا اور کیا پیغام دے سکتا ہوں کہ ساری دنیا میں مسلمانوں کو اسلام کی بہترین روایات کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہیے۔

(اس دن کے مطابق) جو دن ہمیں رسول ﷺ کی وساطت سے ملا ہے اسلام دنیا میں اس لیے آیا تھا کہ یہاں جمہوریت امن اور انصاف قائم کریں مظلوموں کے حقوق کا تحفظ کریں یہ بنی نوع انسان کے لیے امیر اور غریب بلند اور پست مساوات کا پیغام لایا''۔

قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں عید میلاد النبی کے مبارک موقع پر قائداعظم نے کراچی کے قانون دانوں کی اس محفل میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہمیں خوش آمدید کہا آج ہم یہاں اس عظیم شخصیت ﷺ کے حضور خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں جن کے لیے لاکھوں دل احترام سے لبریز ہیں بلکہ جو دنیا کے عظیم ترین لوگوں کی نظر میں بھی محترم ہیں ایک حقیر آدمی اس عظیم المرتبت شخصیت کو کیا خراج عقیدت پیش کر سکتا ہوں''۔

(بشکریہ نوائے وقت)

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

محمد احمد غزالی

خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ بخارا (ازبکستان) کے نواحی علاقے، غجدوان میں خواجہ عبدالجمیل کے ہاں پیدا ہوئے۔ کئی مؤرخین نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبدالجلیل بھی تحریر کیا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے اور اناطولیہ (ترکی) سے نقلِ مکانی کرکے غجدوان منتقل ہوئے تھے۔ دینی علوم کے عالم اور انتہائی متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ مشہور ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خضر علیہ السّلام کی صحبت حاصل تھی اور اُنھوں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نے نہ صرف بیٹے کی ولادت کی خوش خبری دی تھی، بلکہ اُس کا نام بھی تجویز کیا تھا۔ والدہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سلطانِ روم کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

ابتدائی تعلیم وتربیت

ابھی آپ رحمِ مادر ہی میں تھے کہ والد انتقال کرگئے، یوں آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت کا فریضہ والدہ ہی نے سرانجام دیا۔ جب کچھ بڑے ہوئے، تو قرآن پاک پڑھنے کے لیے اُس زمانے کے ایک بڑے عالمِ دین، مولانا صدرالدّین کے مدرسے میں داخل کروادیا گیا۔ بعدازاں، مختلف اساتذہ سے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

راہِ طریقت کا سفر

آپ ایک روز اپنے باغ میں موجود تھے۔ دیکھا کہ سامنے سے ایک نورانی چہرہ بزرگ تشریف لارہے ہیں۔ فوراً اُن کی تعظیم کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت عزّت واحترام سے اُنھیں بٹھایا۔ بزرگ نے پوچھا،''برخوردار! تم بہت سعادت مند نظر آتے ہو، کیا کسی سے بیعت ہو؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے عاجزی سے جواب دیا،''بہت عرصے سے کسی کی تلاش میں ہوں، مگر ابھی تک کوئی ایسا نہیں ملا، جسے اپنا رہنما بنا سکوں۔'' اس پر بزرگ نے کہا،''ٹھیک ہے، مَیں تمھیں اپنی شاگردی میں لے لیتا ہوں''۔

اِس کے بعد بزرگ نے اُنھیں کلمۂ طیبہ اور دیگر وظائف کی تلقین کی۔ جب آپ نے اُن کی رہنمائی میں یہ وظائف پڑھنا شروع کیے، تو روحانی دنیا کے اسرار کُھلنے لگے۔ یہ بزرگ، حضرت خضر علیہ السّلام تھے۔ البتہ، اِس بارے میں متضاد باتیں ملتی ہیں کہ آپ کو اُن کی حقیقت کا علم کب ہوا؟ بعض کا کہنا ہے کہ شروع ہی میں حضرت خواجہ خضر کو پہچان لیا تھا، جب کہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ آپ کو اُن کے بارے میں کافی بعد میں علم ہوا۔

بہرکیف، کچھ عرصہ بعد ایک بڑے نقشبندی بزرگ، خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بخارا تشریف لائے، تو آپ اُن کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے۔ اس وقت آپ 20 برس کے تھے۔ واضح رہے، تصوّف کے اِس سلسلے کو اُن دنوں حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی کی نسبت سے ''طیفوریہ'' کہا جاتا تھا۔ حضرت یوسف ہمدانی وہی بزرگ ہیں، جن کی خدمت میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی استفادے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔ خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ نے بہت قلیل عرصے میں سلوک کی منازل طے کرلیں، جس پر خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اُنھیں خرقۂ خلافت سے نوازا۔

شخصی اوصاف

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے دو پہلو بہت نمایاں ہیں۔ ایک شریعت کی پابندی اور دوسرا عاجزی وانکساری۔ پوری زندگی قرآن و سُنّت کے مطابق گزاری اور اپنے متعلقین کو بھی ایسا ہی کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ مریدین پر زور دیتے کہ وہ پہلے دینی علوم حاصل کریں، پھر راہِ سلوک کی طرف قدم بڑھائیں۔ لوگوں کو جاہل صوفیاء سے دور رہنے کی ہدایت کرتے اور ایسے لوگوں کو اپنی مجلس میں بھی نہ آنے دیتے۔ ایک دفعہ ایک درویش نُما شخص آپ کی مجلس میں آیا اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کردیں۔

اُس نے دورانِ گفتگو کہا کہ''اگر اللہ مجھے جنّت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو پسند کرنے کا اختیار دے، تو مَیں دوزخ کا انتخاب کروں گا، اِس لیے کہ میرا دل جنّت میں جانے پر زور دے گا اور مَیں کبھی اپنی خواہش کی پیروی نہیں کرتا۔'' لوگوں کو یہ بڑی بات معلوم ہوئی، اِس لیے اُس شخص کی خُوب تعریف کی، مگر آپ یہ بات سُن کر جلال میں آگئے۔ فرمایا،''اللہ تجھے معاف کرے، اپنے منہ سے کیا گم راہی بَک رہے ہو۔ تیری حیثیت ہی کیا ہے؟ تجھ میں اِتنی قدرت اور اختیار کہاں سے آگیا کہ اپنی مرضی سے جنّت یا دوزخ کا انتخاب کرتا پھرے''۔

آپ پر خشیتِ الٰہی کا غلبہ رہتا اور ہمہ وقت گریہ و زاری میں مصروف رہتے۔ بلند علمی و روحانی مقام اور عوامی شہرت کے باوجود ایسے بیٹھتے، جیسے کسی کو قتل کے لیے بٹھایا گیا ہو۔ ایک روز کسی نے پوچھا''اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وعمل کی نعمت سے نوازا ہے، پھر یوں ڈرے سہمے کیوں رہتے ہیں؟ فرمایا:''جب اللہ تعالیٰ کی بے نیازی پر غور کرتا ہوں، تو خوف کے مارے جسم سے جان نکلنے لگتی ہے''۔

آپ زیادہ تر خاموش رہتے، لیکن آپ کے وجود سے منعکس ہونے والے انوار اور برکات کے سبب اہلِ مجلس پر وجد کی سی کیفیت طاری رہتی۔ کسی نے پوچھا:''فراغت کیا ہے؟'' فرمایا:''دل کی فراغت یہ ہے کہ اُس میں دنیا کی محبّت راہ نہ پائے، نہ یہ کہ دنیا کی مشغولی سے آزاد رہے۔'' فرمایا:''جب کوئی عالمِ دین آخرت بُھلا کر دنیا میں مشغول ہوجائے، تو اُس کے دل سے عبادت کی حلاوت اُٹھالی جاتی ہے''۔

ایک مجتہد صوفی

خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو ایک نئی اور منظّم شکل دی۔ آپ کے مرشد، حضرت یوسف ہمدانی،

اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند آواز سے کیا کرتے تھے اور باقی مشائخ کا بھی یہی معمول تھا، مگر آپ نے اِس روایت کے برعکس، ذکرِ خفی یا قلبی ذکر کا طریقہ متعارف کروایا، جو بعد ازاں اِس سلسلے کی شناخت بنا اور آج تک اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو ذکرِ الٰہی کا یہ طریقہ حضرت خضر علیہ السّلام نے سِکھایا تھا۔ پھر یہ کہ آپ نے پہلی مرتبہ سلسلۂ نقشبندیہ کے لیے 8 اصول وضع فرمائے، جنھیں اِس سلسلے کے سالکین کے لیے بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔

وہ یہ ہیں، (1) ہوش در دَم، ہر ہر سانس کا خیال رہے کہ اللہ کی یاد کے بغیر نہ گزرے۔ (2) نظر بر قدم، نظروں کو بھٹکنے نہ دے۔ (3) سفر دَر وطن، سالک نفسانی امراض سے نجات پاکر اخلاقِ حسنہ کی طرف سفر کرے۔ (4) خلوت در انجمن، دنیا کے کسی بھی کام میں مشغولیت ہو، مگر دھیان اپنے ربّ اور اس کے احکامات کی طرف رہے۔ (5) یاد کرد، اللہ تعالیٰ کے ذکر کی پابندی کی جائے۔ (6) باز گشت، اپنے دل کو بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کی یاد دِلائی جاتی رہے۔ (7) نگاہ داشت، نفسانی خیالات اور وسوسوں سے اپنے دل کی حفاظت کی جائے۔ (8) یادداشت، توجّہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رہے۔ بعد میں حضرت بہاء الدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں تین مزید اصطلاحات، (1) وقوفِ زمانی، ہر وقت اپنے حال پر نظر رہے۔ (2) وقوفِ عددی، نفی اثبات کا ذکر (ذکر کا ایک مخصوص طریقہ) کرتے ہوئے طاق عدد کا خیال رکھا جائے۔ اور (3) وقوفِ قلبی، دل میں اللہ کے علاوہ کسی کا گزر نہ ہو، کا اضافہ کیا۔

وصیّت نامہ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز اپنے خلیفہ، حضرت اولیا کبیر کو کچھ وصیتیں کیں، جو سالکین کے لیے دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ وصیّت نامہ تصوّف کے حلقوں میں بہت مقبول ہے اور بہت سے لوگوں نے اس کی شرح بھی لکھی ہے۔ یہ وصیّت نامہ خاصا طویل ہے، جس میں سے کچھ وصیتیں یہ ہیں، ’’اے فرزند! تقویٰ کو اپنی خصلت بناؤ، وظائف اور عبادات پر مضبوطی سے جمے رہو، اپنے حالات کا محاسبہ کرو، اللہ، اُس کے رسول ﷺ اور والدین کے حقوق ادا کرو، نماز باجماعت ادا کرنا، حدیث وتفسیر اور فقہ کی تعلیم ضرور حاصل کرنا، علم کی طلب سے ذرا بھی دور مت رہنا، جاہل صوفیوں سے پرہیز کرنا، حق تعالیٰ کے احکام نگاہ میں رکھو کہ وہ تمھارا محافظ ہے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو، خواہ دیکھ کر یا زبانی، اُن چیزوں کی طلب سے بچو، جن کے بغیر کام چل سکتا ہو، ضرورت سے زیادہ باتیں مت کرو، کسی کی مذمّت سے غمگین اور تعریف سے مغرور مت ہو۔ مخلوق پر رحم کھاؤ اور اُن سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ، حلال روزی کھاؤ کہ یہ خیر و بہتری کی کنجی ہے، حرام سے بچو، یہ اللہ سے دور کر دے گا، ضمانتوں میں اپنا نام مت لکھواؤ، عدالتوں اور کچہریوں میں مت پھرو، اپنے احوال ہمیشہ دوسروں سے چُھپائے رکھنا، طالبِ ریاست نہ بننا، جو شخص ریاست کا طالب ہوا، اُسے طریقت کا سالک نہیں کہا جاسکتا۔

بادشاہوں سے میل جول نہ رکھنا۔ اپنے آپ کو شیخ نہ کہلوانا۔ روزے رکھنا کہ یہ نفس کو توڑ دیتا ہے، فقر میں پاکیزہ اور پرہیز گار رہنا۔ راہِ خدا میں تقویٰ، حلم اور فقر سے ثابت قدم رہنا، جان مال اور تن سے فقراء کی خدمت کرنا اور ان کا دل راضی رکھنا، اُن کی پیروی کرنا اور ان کا راستہ یاد رکھنا اور اُن میں سے کسی کا انکار مت کرنا، سوائے اُن چیزوں کے جو مخالفِ شرع ہوں۔ اللہ پر توکّل رکھنا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے، اسے خلقِ خدا پر خرچ کرنا۔

مجالس سماع میں زیادہ مت بیٹھنا، کیوں کہ سماع کی زیادتی نفاق پیدا کرتی ہے، سماع کی کثرت دل کو مارتی ہے، مگر سماع کا انکار بھی نہ کرنا، (یعنی ایسا سماع جس میں خلافِ شریعت بات نہ ہو، جیسے قرآن پاک کی تلاوت، آلاتِ موسیقی کے بغیر کوئی دوسرا کلام) کیوں کہ بہت سے بزرگوں نے اس کو سُنا ہے۔ تمہارا عمل خالص، تمہاری دعا میں مجاہدہ ہو، مسجد تمہارا گھر اور کتابیں تمہارا مال ہوں۔ درویش تمہارے رفیق اور زہد و تقویٰ تمہاری آرائش ہو اور تمہارا مونس اللہ تعالیٰ ہو۔ جس شخص میں یہ باتیں ہوں اُسی کے ساتھ دوستی رکھنا۔ (1) جو فقر کو تونگری یا امیری پر ترجیح دے۔ (2) دین کو ہمیشہ دنیا پر ترجیح دے۔ (3) علوم ظاہر و باطن کا عالم ہو۔ (4) جو موت کے لیے ہر وقت تیار ہو۔

وفات و تدفین

آپ نے غجدوان میں وفات پائی اور وہیں مزار مبارک ہے۔ البتہ، آپ کی ولادت کی تاریخ کی طرح وفات کے سن میں بھی بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بیش تر کتب اور وکی پیڈیا کے مقالہ نگار نے 435 ہجری، 1044ء کو ولادت اور 12 ربیع الاوّل 575 ہجری، 1179ء کو تاریخِ وفات کے طور پر درج کیا ہے، جس کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 135 سے 140 برس تک عُمر پائی۔ کئی کتب میں 616 اور 675 ہجری میں وفات کا ذکر ہے۔ البتہ، مختلف روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے 70، 75 برس عُمر پائی۔ واللہ اعلم۔

انتقال سے متعلق یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ایک مجلس میں زندگی کی بے ثباتی اور موت کے حوالے سے وعظ فرما رہے تھے، کچھ دیر کے لیے خاموش ہوئے، تو لوگوں نے ہاتفِ غیبی سے یہ آواز سُنی، ترجمہ، ’’اے اطمینان والی روح! اپنے ربّ کی طرف لوٹ چل، تُو اُس سے راضی، وہ تجھ سے راضی‘‘ (سورۃ الفجر)۔ لوگوں نے آپ کی طرف دیکھا، تو روح پرواز کرچکی تھی۔

بقیہ: ’’محمد ﷺ کی مبارک آمد اور خاندانی تاریخ‘‘

انگوٹھی کو سات مرتبہ دھو کر اس نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہرِ نبوت لگا دی، پھر رسول کریم ﷺ کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اٹھایا اور ایک لمحہ کے بعد مجھے سپرد کر دیا۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری نے شاہنامہ اسلام میں اس کیفیت کو کچھ یوں بیان کیا۔

ہوا عرشِ معلّٰی سے نزولِ رحمتِ باری
تو استقبال کو اٹھی حرم کی چار دیواری
مبارک ہو ختم المرسلین تشریف لے آئے
جنابِ رحمۃ للعالمین تشریف لے آئے
فرشتوں کو سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
جناب آمنہ سنتی تھیں، یہ آواز آتی تھی
سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

(جاری ہے)

قطب الہند

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

ابوطیب سائیں نذیر حسین فریدی

آپ رحمۃ اللہ علیہ قصبہ اوش کے رہنے والے تھے جو ترکستان کے مشہور شہر فرغانہ کے قریب ہے۔ والد ماجد کا نام سید کمال الدین احمد تھا۔ تین سال کی عمر میں والد گرامی انتقال فرما گئے تو آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والدہ ماجدہ نے فرمائی۔ پانچ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ نے پڑھنے کے لیے ایک مکتب میں بھیجنا چاہا۔ ایک پڑوسی مکتب میں لے کر جا رہا تھا کہ راستے میں ایک بزرگ نے مشورہ دیا کہ اس بچے کو مولانا ابوحفص کی خدمت میں لے جاؤ کیونکہ وہ عالم باعمل ہیں اور وہ بزرگ خود بھی ہمراہ ہو گئے۔ حضرت ابوحفص کی خدمت میں پہنچے اور ان کو فرمایا کہ بختیار کی تعلیم و تربیت اچھی کیجیے گا۔ یہ بچہ برگزیدہ حق ہے یہ کہہ کر چلے گئے۔ جب مولانا ابوحفص نے بختیار سے پوچھا یہ بزرگ کون تھے تو عرض کیا حضور راستے میں ملے تھے اور ساتھ ہو گئے۔ میں پہلے سے انہیں نہیں جانتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اس کے بعد دوسرے علوم سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ قصبہ اوش سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد قب الدین بغداد شریف چلے گئے جو ان دنوں علم وفضل کا مرکز تھا اور علم وفن کے اہل کمال وہاں موجود تھے۔

مدینۃ السلام کی مسجد میں اسلام کے چند سپوت جمع تھے جن پر آنے والی نسلیں بجا طور پر فخر کرسکتی ہیں۔ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ، شیخ محمود اصفہانی علیہ الرحمہ وغیرہ تشریف فرما تھے۔ حضرت خواجہ قطب الدین اس بابرکت صحبت میں شریک رہے اور باادب ہو کر عرض کی۔ حضرت خواجہ غریب نواز مجھے بیعت فرما لیں۔ آپ نے تمام بزرگوں کی موجودگی میں آپ کو بیعت فرمایا۔ بعد تکمیل سلوک خواجہ غریب نواز نے خواجہ قطب عالم کو خلافت عنایت فرمائی اس وقت آپ کی عمر شریف 20 سال تھی۔ بعد میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

آپ ہر رات اڑھائی سو رکعت نفل اور تین ہزار مرتبہ سرور کائنات ﷺ پر درود بھیجا کرتے تھے۔ آپ کو پتہ چلا کہ حضور مرشدِ حق خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لے جا چکے ہیں تو آپ نے بھی مرشد کے دیدار کے لیے ہندوستان کا رخ کیا۔ جب آپ دہلی آ رہے تھے تو بادشاہ وقت سلطان التمش نے آپ کا استقبال کیا۔ دہلی کے مشہور و معروف خطیب مولانا بدر الدین غزنوی اور سلطان شمس الدین التمش نے حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ حضرت خواجہ اجمیری کو علم ہوا کہ میرا مرید دہلی آیا ہے تو آپ ملنے کے لیے دہلی آئے۔ آپ نے فرمایا: بابا بختیار میں محض تمہاری دید کے لیے آیا ہوں۔ خواجہ قطب عالم نے اپنے مریدوں کو حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں توجہ اور برکت کے لیے پیش کیا۔ جب آپ نے حضرت فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو فرمایا: بابا بختیار ایک عظیم شہباز تمہاری گرفت میں آیا ہے جو سدرۃ المنتہٰی کے علاوہ کہیں قرار نہ پائے گا پھر ایک ساعت تامل کے بعد فرمایا۔ فرید ایک شمع ہے جس سے خاندان درویشاں روشن ہو جائے گا۔ جس وقت خواجہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ دہلی میں رونق افروز ہوئے ہیں تو دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خواجہ قطب کی آمد پر لوگوں میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جہاں آپ قدم رکھتے تھے تو اس جگہ کی خاک کو اکسیر سمجھ کر لوگ اٹھا لیتے تھے۔

نجم الدین میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ دہلی کا شیخ الاسلام تو میں ہوں اور لوگ اس درویش کے سامنے مجھے مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے۔ انہی دنوں کی بات ہے جبکہ نجم الدین آپ کو دہلی سے نکالنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے کہ سلطان الہند خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لائے اور خبر ہوتے ہی پورے شہر کے لوگ آپ کی زیارت کے لیے جمع ہو گئے لیکن شیخ نجم الدین باوجود پرانی واقفیت کے نہ آئے۔ تیسرے روز خواجہ غریب نواز خود چلے آئے۔ اس وقت وہ ایک چبوترا بنا رہے تھے۔ معمولی علیک سلیک کے بعد نجم الدین مزدوروں سے مخاطب ہو گئے کچھ دیر انتظار کیا جب وہ نہ بولے تو آپ نے ان سے فرمایا: برادرم نجم الدین کیا شیخ الاسلامی نے تمہارے اندر تکبر پیدا کر دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں جناب بلکہ آپ کے مرید قطب الدین نے میری شیخ الاسلامی کو نکما کر دیا ہے۔ ان کی موجودگی میں مجھے کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ اگر آپ ازراہ نوازش ان کو یہاں سے لے جائیں تو میں آپ کا تازیست خادم رہوں گا۔ آپ نے فرمایا فکر مت کرو میں اس کو ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کے سبب ایک دل رنجیدہ ہو۔

آپ نے فرمایا فکر مت کرو یہ سن کر نجم الدین بہت خوش ہوا اور کچھ تواضع کرنے لگا۔ حضور خواجہ غریب نواز نے فرمایا کچھ ضرورت نہیں ہے، واپس آ کر خواجہ قطب سے فرمایا: ”بختیار میرے ساتھ اجمیر چلو“۔ دوسرے روز خواجہ قطب عالم کو ساتھ لیا اور اجمیر روانہ ہو گئے۔ آپ کی روانگی کا جیسے ہی لوگوں کو پتہ چلا تو تمام چھوٹے بڑے، امیر غریب، خاص و عام جو آپ کے اخلاق اور عظمت و کردار سے بے حد متاثر تھے۔ اپنا گھر بار چھوڑ کر حضرت کے پیچھے ہو لیے۔ ایک دو منزل

چلے کہ بادشاہ وقت سلطان شمس الدین التمش کو خبر ہوئی۔ وہ فوراً حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دست بستہ عرض کی حضور لوگ شہر چھوڑ کر آپ کے پیچھے ہو لیے ہیں کیونکہ وہ خواجہ قطب عالم کے بغیر اس شہر میں رہنے کو تیار نہیں ہیں آپ از راہ نوازش کریمانہ ان کو اس شہر میں چھوڑ جایئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے جب مخلوق کی آپ سے یہ محبت وعقیدت دیکھی تو آپ سے فرمایا کہ بختیار تو نے یہ کیا کیا ہے۔ یہ سن کر عرض کیا میری طرف سے کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بختیار ایک دل کے لیے اتنے دلوں کا رنجیدہ کرنا اچھا نہیں ہے۔ جاؤ تم دہلی میں رہو۔ یہ شہر میں نے تمہاری پناہ میں دیا۔ ربیع الاول کا ماہ مبارک آیا تو حضرت خواجہ علی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں محفل سماع منعقد ہوئی جس میں قطب عالم علیہ الرحمہ کو بھی مدعو کیا گیا۔ سماع شروع ہوئی تو قوالوں نے حضرت مولانا احمد جام رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رباعی پڑھی:

منزل عشق از مکانے دیگر است
سرد ایں راہ نشانے دیگر است

جب قوال اس شعر پر پہنچے:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگر است

حضرت خواجہ قطب رحمۃ اللہ علیہ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی جب مصرع اول پر پڑھتے تو آپ کشتہ ہو جاتے۔ مصرعہ ثانی پر آپ حرکت کرتے۔ کچھ دیر بعد مجلس ختم ہوئی آپ اپنے مقام پر واپس آئے مگر حالت پھر وہی ہوگئی۔ آپ یہ شعر پڑھتے اور بے ہوش ہو جاتے۔ چار دن تک نمازوں کے علاوہ یہی کیفیت رہی۔ فرمایا کہ وہ خرقہ مبارک جو مجھے خواجہ غریب نواز سے ملا تھا اور اس کے ساتھ نعلین اور مصلّٰی فریدالدین گنج شکر کو پہنچا دینا۔ یہ ان کا حق ہے پھر یہی شعر پڑھتے ہوئے غشی طاری ہوگئی۔ پھر قوال بلائے گئے، انہوں نے وہی غزل پڑھی اس شعر پر تکرار ہوتا رہا اور اسی مصرع پر آپ کا وصال ہوگیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

جب آپ کا جنازہ تیار ہوگیا تو مولانا سعید چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا کہ شہید محبت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ یہ وصیت فرما گئے ہیں کہ میرے جنازے کا امام ایسا شخص ہو جس کا آزار کبھی حرام پر نہ کھلا ہو اور اس سے عصر کی سنتیں کبھی ترک نہ ہوئی ہوں اور فرض نماز جماعت اور تکبیر اولیٰ کبھی نہ چھوٹی ہو۔ کافی دیر تک اعلان ہوتا رہا مگر کوئی ایسا شخص نہ نکلا۔ اس جنازہ میں سلطان شمس الدین التمش بھی موجود تھا۔ وہ آگے بڑھا اور کہا میں نہ چاہتا تھا کہ میری بعض پوشیدہ باتوں کا اس طرح اظہار ہو مگر مجھے سلطان المشائخ قطب الہند کے حکم کی تعمیل منظور ہے۔ اس وقت سلطان شمس الدین التمش مصلّٰی پر آیا اور نماز جنازہ پڑھائی پھر اپنے کاندھے پر جنازہ قبرستان تک لے گیا۔ دہلی میں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

بقیہ: ''حضرت امام جعفر صادق''

انسانی بدن کی ساخت

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تمام وہ اشیاء جو مٹی میں پائی جاتی ہیں انسانی بدن میں موجود ہیں، البتہ ان کی مقدار ایک جیسی نہیں۔ ان میں سے بعض انسانی بدن میں زیادہ ہیں اور بعض میں بہت کم ہیں۔ انسانی بدن میں چار چیزیں زیادہ اور آٹھ چیزیں ان سے کم مقدار میں موجود ہیں اور آٹھ عناصر ایسے ہیں جو بہت کم مقدار میں ہیں''۔

اب تک زمین سے تقریباً ایک سو دو سے زائد عناصر دریافت ہو چکے ہیں اور یہی عناصر انسانی جسم میں بھی موجود ہیں لیکن جسم میں ان سے بعض عناصر کی مقدار اس قدر کم ہے کہ ان کی مقدار کا تعین نہیں کیا جا سکا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بقول آٹھ حصے جو انسانی جسم میں بہت کم مقدار میں ہیں وہ دریافت ہو چکے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

1) مولیبڈنم
2) سیلینیم
3) فلورین
4) کوبالٹ
5) مینگانیز
6) تانبا
7) آیوڈین
8) زنک

وہ آٹھ عناصر جو انسانی بدن میں پہلے آٹھ عناصر کی نسبت زیادہ پائے جاتے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

1) میگنیشیم
2) سوڈیم
3) پوٹاشیم
4) کیلشیم
5) فاسفورس
6) کلورین
7) سلفر
8) لوہا

وہ چار عناصر جو انسانی بدن میں زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں وہ آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن اور نائیٹروجن ہیں۔ انسانی جسم میں ان عناصر کی شناخت کوئی ایک دن یا دو دن کا کام نہ تھا۔ بلکہ اس کام کا آغاز اٹھارہویں صدی عیسوی میں پوسٹ مارٹم کے ذریعے ہوا۔ اس کام کا سہرا دو قوموں ایک فرانسیسی اور دوسری آسٹرین کے سر ہے۔ دوسرے ممالک میں پوسٹ مارٹم کا سرے سے رواج نہ تھا اور یورپین ممالک میں آرتھوڈکس کیتھولکی اور پروٹسٹنٹ فرقے، پوسٹ مارٹم کے سخت مخالف تھے۔ پوسٹ مارٹم کے ذریعے یہ معلوم ہو سکا کہ تمام نسل انسانی چاہے وہ سفید فام یا سیاہ فام ہوں، ریڈ انڈین یا دوسری مخلوط نسلوں کے انسان ہوں ان میں آکسیجن، کاربن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن کی مقدار دوسرے عناصر سے زیادہ ہوتی ہے۔ ان چار عناصر کے بعد دوسرے آٹھ عناصر جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے مذکورہ چار عناصر سے کم ہوتی ہے اس کے علاوہ دوسرے آٹھ عناصر کی مقدار بدن میں مزید کم ہوتی ہے۔ یہ تناسب تمام صحت مند انسانوں میں برابر ہوتا ہے چاہے وہ قطبی علاقوں کے پاس ہوں یا استوائی علاقوں کے رہنے والے ہوں، بشرطیکہ ان کا وزن اور عمر برابر ہو۔ ایک سو پچاس سال یا اس سے زیادہ کے تجربات اور ریسرچ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے انسانی جسم کو تشکیل دینے والے عناصر کے بارے میں نظریہ کی صحت میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
من غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

سید ریاض حسین شاہ

پاکستان میں کلفٹن کی شہرت متضاد پہلو رکھتی ہے۔شروشہوت کے متوالے بھی اس نام کو خوب جانتے ہیں اور''نسوانی اقتدار'' کے پجاری بھی نسبت جاناں کی وجہ سے اسے قلب وروح کا مطاف تصور کرتے ہیں۔ہمیں بھی کلفٹن سے لگاؤ ہے لیکن ہمارے لگاؤ کی وجہ سراسر دوسری ہے۔وہاں ایک درویش آسودہ ہیں۔''عبداللہ شاہ غازی'' کا نام کس نے نہ سنا ہو گا۔جس طرح دن کی روشنیاں رات کی دبیز سیاہیوں کو دبا لیتی ہیں ایسے ہی مردان دراویش بھی ہر سیاہی کے تعاقب میں روشنیوں کے لشکر لے کر برسرِ پیکار رہتے ہیں۔۔۔۔۔حضرت لالہ جی علیہ الرحمۃ سے عرض کی قبلہ مہربانی فرمائیں تو کلفٹن جایا جائے۔۔۔۔۔

''کلفٹن کیا ہے'' آپ نے فرمایا''حضور کلفٹن ساحل سمندر ہے وہاں ایک درویش ڈیرہ جمائے ہوئے ہیں۔عشاق کے قافلے رات دن وہاں حاضری دیتے ہیں۔باران نوری سے وہاں قلب وروح دھل جاتے ہیں''۔ایک ساتھی کی ان باتوں پر لالہ جی فرمانے لگے:

''دیکھنا میں حج کے لیے جا رہا ہوں میرا وقت ضائع نہ ہو'' یہ کہا اور جانے کے لیے آمادہ ہو گئے۔۔۔

لالہ جی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

''دیکھنا میں حج کے لیے جا رہا ہوں میرا وقت ضائع نہ ہو''

تھوڑی ہی دیر بعد آپ غلاموں کے ساتھ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر حاضری دے رہے تھے۔حاضری سے فارغ ہوئے تو آپ نے ایک سید زادے کو مخاطب کر کے فرمایا شاہ جی یہ مزار ڈبل سٹوری ہے یا سنگل سٹوری، یہاں کراچی میں بڑا عجیب رواج ہے، قبر کہیں اور ہوتی ہے اور زائرین کے لیے حاضری گاہ کہیں اور تیار کر دی جاتی ہے۔لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ہر مقدس جگہ کا ایک حق ہوتا ہے۔طواف کعبہ شریف کا حق ہے۔آپ لوگوں کو منع کیا کریں کہ وہ قبروں کا طواف نہ کریں۔وہیں بیٹھے بیٹھے چکوال کے ایک قافلہ کا ذکر چھیڑ دیا گیا کہ انہیں خواب میں اشارہ ہوا کہ کراچی جا کر وہ سمندر میں کود جائیں خود بخود وہ کربلا پہنچ جائیں گے۔ان بندگان خدا نے سچ مچ سمندر میں چھلانگ دے ماری۔۔۔۔۔لالہ جی یہ بات سن کر رونے لگ گئے اور فرمایا'' لوگ کس قدر جاہل ہیں وہ جانتے نہیں کہ خواب صرف نبیوں اور رسولوں کے قابل اطاعت و وفا ہوتے ہیں دوسرے لوگوں کے خواب بھی سچے ہو سکتے ہیں لیکن ممکن ہے شیطان ان میں دخل اندازی کر دے''۔

یہ کہا اور جھنجھلا کر کہا:

''اللہ''

جسم کی پھپھوندیاں اڑنے لگ گئیں استغفر اللہ فرمایا اور کہا دعا کرو اللہ ربّ العزت ہمیں جہالت سے بچائے۔اعتقاد اور اعمال میں رسالتمآب ﷺ کی اطاعت نصیب ہو۔اٹھنے لگے تو ایک لڑکے نے تصویر بنا لی۔مزاج مبارک میں برہمی آ گئی اور فرمایا''اللہ تعالیٰ ہدایت دے'' اور پھر خاموش ہو گئے۔

نسیم آداب شکن کا ایک جھونکا آیا اور کندھوں پر سے چادر اڑا کر زمین پر پھینک دی، طبیعت خوشگوار ہو گئی اور مسکرا دیے۔ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور رُخ پر جمال سورج کی طرف پھیر دیا۔چہرے پر آنسوؤں کے قطروں میں سورج کی کرنیں کھب گئیں، ایسے لگا جیسے شبنم گریاں مہر درخشاں سے بہتی روشنی میں ضوفشاں ہو گئی ہو۔ساتھ ہی عینک اُتاری اور دامن سے اسے صاف کرنے لگ گئے۔ہائے اس سادگی پر کون نہ مر جائے پھر عینک پہن کر سمندر کی طرف دیکھا جیسے لہریں سمندر میں نہ ہوں، قلب بینا کی گہرائیوں سے اٹھ رہی ہوں۔تھوڑی دیر کے لیے سب خاموش ہو گئے اور دھیان کسی کی ذات و صفات میں کھو گیا۔ایک ساتھی نے کلفٹن کے سمندر کو حقیر جانتے ہوئے شیخ کے سینہ بے کینہ کے بحر مواج میں غوطہ زنی کی اور یہ شعر پڑھا اور سب چل دیے۔

دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانڑے ہُو
وچے بیڑے وچے جھیڑے وچے ونج موہانڑے ہُو

صبح پڑھو قرآن، شام پڑھو قرآن

قرآن پاک کے نہایت مؤثر پیغامات

ماسٹر احسان الٰہی قصور

قسط 25

67۔ زمین پر ڈھٹائی سے نہ چلو:

''اور زمین پر اتراتے ہوئے نہ چلو، بے شک تم زمین کو پھاڑ نہ سکو گے اور نہ ہی تم پہاڑ برابر اونچے ہو سکو گے''۔

(سورۂ اسرائیل:37)

انسان کے غرور و تکبر کی بیہودگی اور لغویت کو ایک عربی شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے، اس کے عربی اشعار کا مفہوم یوں ہے کہ یعنی زمین پر چلتے ہوئے تواضع اور انکسار اختیار کر۔ کتنے ہی لوگ تھے جو تم سے بھی زیادہ بلند مرتبہ اور طنطنے کے خوگر تھے اب شکم مادر میں مدفون ہیں اور ان کی ہڈیوں کا چورہ بھی شاید نہ مل سکے۔ اگر آج تو معزز و مکرم اور رعب و دبدبے کو اپنائے ہوئے ہے اور جاہ و سلطنت کا مالک ہے تو کیا ہوا؟ تم سے پہلے کثیر التعداد قومیں بڑی پُر ہیبت تھیں لیکن اب موت کی نیند سو رہی ہیں۔

(ضیاء القرآن جلد دوم صفحہ:660)

ایک اور جگہ قرآن مجید، فرقان حمید کی سورہ النحل کی آیت نمبر 23 میں ارشاد ہوا۔ ''یہ بات پختہ ہے اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جسے وہ صیغہ راز میں رکھتے ہیں اور اسے بھی جیسے وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک وہ برائی چاہنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

اس آیت میں بھی تکبر اور برائی کے عمل کو بہت ناپسندیدہ گردانا گیا ہے اللہ کو تکبر اور غرور ہرگز پسند نہیں اسے عاجزی اور سرِ تسلیم خم کرنا پسند ہے، بہت بڑا پرہیز گار اور عبادت گزار شیطان تکبر کرنے کی پاداش میں ہی راندۂ درگاہ اور لعنت کا مستحق ٹھہرا۔ واصف علی واصف فرماتے ہیں جب انسان میں تکبر پیدا ہوتا ہے تو یہی اس کی بدنصیبی ہے۔ فرعون، نمرود، شداد، قارون اور یزید لعین جیسے دیگر کرداروں کا غرور اور تکبر کدھر گیا؟ ان کا یہ تکبر، اکڑ اور بڑا پن ان کے گلے کا طوق اور نحوست، لعنت کا استعارہ بن گیا۔ اور لوگ ان پر تھو تھو کرتے ہیں۔

68۔ اللہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دیتا ہے

''بے شک اللہ اسے تو نہیں بخشتا اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے گویا وہ گناہ عظیم سمیٹ لیتا ہے''۔ (النساء:48)

اس آیت کی تشریح اور تعبیر میں شرک کے دبیز، گھمبیر، ہولناک اور خوفناک جرم ہونے کی بات کی گئی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ شرک ایک گندہ عمل، آلودہ فکر اور وحشتناک بیماری ہے لیکن شاہ جی فرماتے ہیں کہ مجھے ان مفسرین کی بات زیادہ پسند آئی ہے جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ آیت موحدین کو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے زیادہ امید دلانے والی ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کے علاوہ وہ باقی گناہوں کی بخشش کی بات کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ آیت قرآن میں سب سے زیادہ امید دلانے والی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: ''قرآن مجید کی آیت ان آیات میں سے ہے جو اہل ایمان کے لیے ہر اس چیز سے عزیز تر ہے جس پر سورج ضوفشاں ہوتا ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب کے بعد بعض اوقات انسان مایوس ہو جاتا ہے اور گناہوں میں پھنسا رہتا ہے یہ آیت شرک کے علاوہ ہر گناہ کی بخشش کی امید دلاتی ہے۔ آیت میں شرک پر پکڑ تو مشرکوں کے لیے ہونے کی بات کی گئی، مومن موحد کے لیے تو عفو و درگزر کا تحفہ دیا گیا ہے''۔

ذہن اور روح میں ڈال کر محفوظ کرنے والی بات یہ ہے کہ گناہ سب بخشیں جا سکتے ہیں لیکن شرک ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ اس کے لیے بھی اگر عزم شرک چھوڑ دینے کا ہو، توبہ کر لی جائے اور موحد بن کر جینے کا عزم مصمم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کرم کی آغوش میں لینے کا وعدہ دلاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی کو بھی معاف کر دینا کا وثیقہ مل گیا۔ شرک اس لیے قابل بخشش نہیں ہوتا کہ مشرک شخص اپنا ربطِ عمل اللہ تعالیٰ سے توڑ لیتا ہے اور لاشئی چیزوں، بتوں اور اصنام کی طرف خدائی صفات کو منسوب کر کے یا اللہ کی معبودیت میں کسی کو شریک کر کے مذموم فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ بندہ کی بندگی ہی اللہ کو خوش کر سکتی ہے۔ غیر اللہ سے وہ کچھ منسوب کر دیا جو اللہ ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔ ہرگز ہرگز نظر انداز کر دینے والی چیز نہیں ہو سکتی۔ محبوب کی محبوبیت میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا تو معبود کی معبودیت میں کیسے کسی کو شریک مانا جا سکتا ہے۔ اسی لیے سورۃ القمان کی آیت نمبر 13 میں بھی واضح حکم موجود ہے: ''اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا درآنحالیکہ وہ اسے وعظ کر رہا تھا اے میرے بیٹے! کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔ (تبصرہ سے ماخوذ)

69۔ جھوٹے اور فریبی کی وکالت نہ کرو

''اے ایمان والو انصاف کے قائم کرنے والے بن جاؤ، گواہی دینے والے اللہ کے

لئے کیوں نہ اس کے نقصان کی ضد میں تم خود یا ماں باپ اور رشتہ دار آتے ہوں مگر کوئی غنی ہو یا فقیر بس اللہ ہی ہر دو کا والی ہے تو تم خواہشات کی اتباع نہ کرو کہ عدل نہ کر سکو اور اگر تم کج رو ہوئے یا روگردانی کی تو اللہ تمہارے عمل کی خبر رکھتا ہے''۔

(النساء:135)

اس آیت میں اسلامی تربیت کا ماحول دیا جا رہا ہے کہ کس طرح اسلامی معاشرت کو ٹھوس اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ تم لوگ ہر حالت میں اور ہر جگہ ماحول جتنا بھی دباؤ کا شکار ہو''عدل'' کے ساتھ قیام کرنے والے بن جاؤ اور ظلم کے خلاف نفرت تمہاری عادات میں اتر جانی چاہیے۔ تم انصاف اور عدل والے بن کر جینے میں شہرت رکھو اور عدل ہی تمہاری پہچان بن جانی چاہیے۔ قرآن مجید کے الفاظ کتنے خوبصورت ہیں کہ عدل کرو یہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ قرآن مجید نے اقامت عدل کو مسلمانوں کی بنیادی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اس جملہ میں کتنی توانائی، تحرک، جوش اور مستعدی ہے کہ تم انصاف کے سچے داعی بن جاؤ۔ اس آیت مبارکہ میں اس نکتہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ مبذول کروائی گئی ہے کہ تم شہادتیں قائم کرنے والے ہو۔ مسلمان دنیا میں اللہ کی پہچان کے داعی ہیں۔ انہیں علمی، روحانی اور عملی سطح پر دعوت توحید کا اہتمام کرنا ہوتا ہے اور عدالتوں میں بھی مسلمان کمال احتیاط کے ساتھ گواہیاں ادا کرتے ہیں اور اس عظیم کام کرنے کی مزدوری وہ صرف اللہ کی رضا سمجھتے ہیں وہ چہرے اور منصب دیکھ کر گواہیاں نہیں دیتا اللہ کی رضا اور خوشی کا حق سمجھ کر گواہی دیتا ہے گواہی اگر اپنے خلاف بھی دینی پڑ جائے۔ اس راہ میں ماں باپ اور رشتہ دار بھی رکاوٹ کھڑی کریں مسلمان کسی بھی صورت میں جذبات اور احساسات نفسی کو عقل کا حاکم نہیں بناتا وہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے نظام کو توڑنا اور بگاڑنا جرم عظیم ہے۔

قرآن مجید کی یہ آیت اس نکتے کو بھی واضح کرتی ہے کہ اللہ کا بندہ جس کے بدن کا ریزہ ریزہ عدل کے نوری جلووں میں ڈوبا ہوتا ہے، دولت مندوں کی دولت بھی حق شہادت کے ادا کرنے سے مانع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ شخص کسی کی فقیری پر ترس کھا کر عدل کے ترازو توڑتا ہے۔ ایمان والوں کی سوچ گواہی دیتے ہوئے فقیر یا غنی کو ان کی عرفی شہرت کے تناظر میں نہیں دیکھتے بلکہ وہ اللہ کے قانون کی عظمت دیکھتے ہیں۔

ظلمت زدہ خواہشات اور آراستہ جہالتوں کے جراثیم انسانوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید ان سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ خصوصاً عدالتوں میں چرب زبانی سے جب حقائق بدلنے کی سعی کی جاتی ہے۔ قرآن نے عدل کی راہ سے اس قسم کے انحرافات سے بچنے کی ہدایت کی۔ رشوت، سفارش، اقرباء پروری اور نفسیاتی حربوں سے عدل کو پائمال کرنا قومی اور انفرادی سطح پر قوموں کی سیاہ بختی کی علامت ہوتی ہے لیکن جو کچھ تم کرتے ہو اللہ ہر چیز اور عمل کی جزئیات اور ذرہ ذرہ سے واقف ہے۔ اس سے کچھ چھپایا نہیں جا سکتا۔ جزا و سزا کے دن سب بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

(تبصرہ سے ماخوذ)

70۔ ہم جنس پرستی سے اجتناب کرو

''کیا یقیناً تم لوگ مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر، بلکہ تم نادان قوم ہو''۔

(سورۃ النمل:55)

نادان قوم کا لفظ یہاں جہالت، حماقت اور سفاہت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اردو زبان میں بھی ہم گالی گلوچ اور بیہودہ حرکات کرنے والے کو کہتے ہیں کہ وہ نادانی اور جہالت پر اتر آیا ہے۔ اسی معنیٰ میں یہ لفظ عربی زبان میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الفرقان کی آیت نمبر 63 میں ارشاد ہوتا ہے''اور رحمٰن کے بندے جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جاہل جب ان سے مخاطب ہوں تو کہتے ہیں بس سلام'' لیکن اگر اس لفظ کو بے علمی ہی کے معنیٰ میں لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اپنی ان حرکات کے برے انجام کو نہیں جانتے۔ تم یہ تو جانتے ہو کہ یہ ایک لذتِ نفس ہے جو تم حاصل کر رہے ہو مگر تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس انتہائی قبیح اور مجرمانہ اور گھناؤنی لذت چشی کا کیسا سخت خمیازہ تمہیں عنقریب بھگتنا پڑے گا۔ خدا کا عذاب اور قہر تم پر ٹوٹ پڑنے کو تیار کھڑا ہے اور تم ہو کہ انجام سے بے خبر اپنے اس گندے کھیل میں مصروفِ کار اور منہمک ہو۔ تم لوط علیہ السلام کی قوم جو کہ اس گندے کھیل میں لت پت تھی ان کا عبرت ناک انجام یاد نہیں کہ کیسے طوفانی اور زہر ملی بارش نے ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

71۔ اللہ سے ڈرو اور سچ کے ساتھ رہو۔

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ''(سورۃ التوبہ:119)

اللہ سے ڈرنے اور تقویٰ اختیار کرنے والے ہی سچ کے ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کی اس حدیث سے سچ اور صدق کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سچائی کو ہمیشہ لازم اختیار کرو اس لئے کہ صدق نیکی کا راستہ روشن کر دیتا ہے اور یہ خو جنت تک جا پہنچاتی ہے آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے دور رہنے میں لزوم برتو اس لیے کہ جھوٹ گناہ تک لے جاتا ہے اور گناہ دوزخ کا راستہ ہموار کر دیتا ہے۔ انسان جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔

بعض مفسرین نے اشارات میں صدیق کے مفہوم کو اجاگر کیا ہے:

1۔ صدیق وہ ہے جو قربِ خدا میں اپنی مثال آپ ہو
2۔ صدیق وہ ہے جس نے کبھی جھوٹ نہ بولا ہو۔
3۔ صدیق وہ ہے جو علوم غیبیہ کے خزانوں تک رسائی رکھتا ہو۔
4۔ صدیق وہ ہے جو جس کو چاہے قرب عطا کر سکتا ہو۔
5۔ صدیق وہ ہے جو صادق کی تصدیق میں خوف محسوس نہ کرے۔
6۔ صدیق وہ ہے جو کہے وہ ہو کر رہے۔
7۔ صدیق وہ ہے جو طلوع نبوت کے بعد ایک دن بھی کذب میں نہ رہا ہو۔
8۔ صدیق وہ ہے جو کردار میں بے مثال رہا ہو۔
9۔ صدیق وہ ہے جس نے کبھی بت پرستی کی تہذیب کو قوت نہ دی ہو۔
10۔ صدیق وہ ہے جس کا آغاز اور انجام سب صدق ہو۔

گویا سچا ہونا متقی مومن کی لازم صفت ہے۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ تم صدق والے لوگوں کی معیت میں آ جاؤ خود بخود صادق بن جاؤ گے۔

قرآن حکیم کی سورۃ مریم میں ادریس علیہ السلام نبی کو صدیق کہا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی قرآن نے صدیق کے لقب سے نوازا اور اسی طرح

سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی صدیق کہا گیا ہے۔ (تبصرہ سے اقتباسات)

72۔عورتیں اپنی زینت کی نمائش نہ کریں:

''اور مومن عورتوں سے فرمایئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں ہاں جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنی چادروں کو اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اپنے شوہروں یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں یا اپنے خاوند کے بیٹوں یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی عورتوں یا جن کے مالک بن جائیں ان کے ہاتھ یا وہ نوکر جو ابھی جواں مرد نہیں ہوئے یا وہ بچے جو ابھی نہیں آگاہ عورتوں کی شرم سے تعلق رکھنے والی چیزوں سے اور پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں تاکہ ان کی چھپی ہوئی زینت سے آگاہی نہ ہو اور اے مومنو! سب مل کر اللہ کی طرف رجوع کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' (النور:31)

قرآن مجید فرقان حمید میں پردے کے بارے میں سخت وعید آئی ہے اور عورتوں کے اپنی زیب و زینت کی نمائش نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے لیکن آج حالات یہ جا رہے ہیں کہ کشتِ حیاء ویران ہوتی جا رہی ہے۔ مسلمان عورت اگر اپنے مقام سے تحت الثریٰ میں چھلانگ لگا چکی ہے تو اس کی ذمہ داری عورت سے کہیں زیادہ مردوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ عورتیں اگر چراغ خانہ سے شمع محفل بن چکی ہیں تو اس کی ذمہ دار محض عورت ہی نہیں مرد بھی ہیں۔ عورتیں اگر صالح ادب کی بجائے فحش لٹریچر کا مطالعہ کرتی ہیں تو یہ قصور کس کا ہے۔ رہی سہی کسر موبائل، انٹرنیٹ کے بے جا اور منفی استعمال نے کر دی ہے۔ ارباب اختیار سے گزارش ہے کہ اگر فحاشی، عریانی اور اخلاق باختہ زہر کا خاتمہ چاہتے ہو تو نظام اسلام نافذ کر دو۔ یہ لعنت خود بخود ختم ہو جائے گی عورت کا معنیٰ ہی پردہ ہے اور جو چھپی ہوئی ہو۔ مستورات بھی انہیں کہتے ہیں جو پوشیدہ ہوں آپ کا ایک مقام ماں کا بھی ہے آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کا کردار وہی ہوگا جو آپ انہیں عطا کریں گی۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کی اولاد عظیم بنے اور آپ کی گود میں کوئی عکس حسن و حسین و زینب آ جائے تو پھر شہنشاہِ کائنات کی بیٹی سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بتول سلام اللہ علیہا کی طرح خود کو زمانے کی تیکھی نظروں سے بچا کر پردے میں آ جائیں کیونکہ اولاد کا پہلا مدرسہ اور درسگاہ ماں کی گود ہے۔ وائے حسرت! آج عورت اپنے اصل مقام سے ہٹ چکی ہے۔ آج قوم کی بہو بیٹیاں، یورپی تعلیم، مغربی تہذیب و تربیت، فحش ڈراموں، اخلاق باختہ فلموں کے زیر اثر بے حیائی و بے پردگی پر مائل ہیں۔ اعلیٰ اور جدید بیوٹی پارلروں میں فیشن زدہ میک اپ نیم عریاں اور بھڑکیلے اور چست ڈریسز کی چکا چوند کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں اور شادی ہالز، پارکوں، بازاروں اور پکنک مقامات پر خوب زیب و زینت کر کے اپنی نمائش کرتی پھر رہی ہیں اور دعوت نظارہ کے مواقع فراہم کر رہی ہیں۔ وہ ہر قسم کی بداخلاقیاں اور بدکرداریاں اختیار کر چکی ہیں۔ ناچ گھروں اور کلبوں کی وہ رونق ہیں۔ سڑکوں اور بازاروں اور تفریح گاہوں میں سرِ عام وہ اپنے جسموں کی نمائش لگائے پھرتی ہیں۔ میری جسم میری مرضی انہی کی تخلیق ہے، بے پردگی و بے حجابی کا وہ نمونہ بنے پھرتی ہیں۔ اس کی منظر کشی آپ نیا پاکستان اور حواس باختہ، بداخلاق، بدزبان اور عقل و شعور سے عاری نام نہاد ریاست مدینہ کے دعویدار کے جلسوں اور جلوسوں میں بھی ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اللہ کی پناہ! کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اقبال کو ملاحظہ فرمائیں:

وضع میں تم ہو نصاریٰ، تمدن میں ہنود
یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

عورت کو خالق کائنات نے خاص اجزائے ترکیبی سے تخلیق فرمایا ہے۔ ان کو جو مخصوص جوہر تفویض کیے گئے ہیں ان کا ظہور پوشیدہ رہ کر ہی ہو سکتا ہے۔ وہی موتی سب سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں جو اصداف کے پردوں میں رہے ہوں۔ جوہر کہتے ہیں اسے ہیں جو پوشیدہ ہو عورت ماں ہو، بہن ہو، بیٹی ہو، بیوی ہو حسن و رعنائی کائنات ہے اور یہ حسن و رعنائی اس وقت تک محفوظ ہے جب تک پردے میں رہے۔ تمام عورتوں کی سردار جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا سے عرض کی گئی عورت کا پردہ کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نہ تو کوئی غیر محرم اسے دیکھ سکے اور نہ ہی وہ کسی کو دیکھ سکے۔ بی بی پاک رضی اللہ عنہ جب مرض الموت میں مبتلا ہو جائیں تو وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ رات کی تاریکی میں اٹھایا جائے اور ہرگز کسی دوسرے کو میرے جنازے کی اطلاع نہ دینا۔

آپ اپنی زندگی میں پردے کا اتنا اہتمام فرمائیں کہ ان کی نسبت مشہور ہے کہ اگر کسی طرح آپ کے سر کا ایک بال بھی دوپٹہ سے باہر رہ جاتا تو سورج طلوع نہیں ہوتا تھا۔ ایک دن حضور اقدس ﷺ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے پیچھے ایک صحابی ابن مکتوم بھی اندر چلے آئے۔ یہ نابینا تھے۔ سیدہ پاک کوٹھری میں جا کر چھپ گئیں۔ ان کے چلے جانے کے بعد محبوب خدا نے فرمایا! ابن مکتوم تو نابینا ہیں آپ کیوں چھپ گئی تھیں۔ سیدہ عالم نے عرض کی بابا جان وہ تو نابینا ہیں مگر میں تو ایسی نہیں ہوں مجھے یہ بالکل بھی پسند نہیں کہ خواہ مخواہ کسی غیر مرد پر نظر پڑے۔

خواتین مختلف النوع بھڑکیلے لباس اور ہر قسم کا سنگھار کر سکتی ہیں۔ اسلام آپ کو اس سے ہرگز نہیں روکتا مگر صرف اپنے شوہر کی خوشنودگی اور اس کی توجہ حاصل کرنے کے لیے نا محرم کے لیے نہیں۔

سورۃ النور کی آیت نمبر 31 خواتین کو جھنجھوڑ کر سبق دے رہی ہے کہ عورتوں کو مناسب نہیں کہ وہ اپنی زینت ظاہر کریں۔ دوپٹے، چادریں، لباس اور برقعہ پردہ کے لئے ہوتے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ اگر انہیں ہی زینت اور نمائش بنا دیا جائے تو کیا اللہ کو راضی رکھا جا سکتا ہے۔ بال کاٹ کر، دوپٹہ گلے میں لٹکا کر، لباس جسم سے چمٹا کر، زیور بدن پر سجا کر گلی گلی، چمن چمن چلنے کے ایسے انداز کہ گھوڑوں کی ٹاپ بھی مات کھا جائے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ عورتیں زمین پر ایسے زور سے قدم نہ رکھیں کہ (آواز سے) ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے۔ کسی عورت کو اگر مرد سے گفتگو مقصود ہو تو لہجے میں تھوڑا سا تناؤ آ جانا چاہیے اور قیل و قال میں تھوڑی سی سختی تاکہ دل جنس پرستی کے مرض سے بچ جائیں۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 32 میں صریح ہدایت موجود ہے۔

''پس لہجے میں نرمی نہ ہو کہ کہیں کوئی دل کا مریض طمع خام میں نہ مبتلا ہو''۔ سورۃ النور میں بڑے واضح انداز میں محرم لوگوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور دوسرے لوگوں سے پردہ کے احکام موجود ہے۔ اس میں کامیابی اور فلاح کا راستہ ہے۔ (جاری ہے)

الحاج شہزاد حنیف مدنی زیدہ مجدہ کی رفیقۂ حیات کے چالیسواں کے موقع پر

مفسرقرآن، مفکراسلام سید ریاض حسین شاہ جی مدظلہ العالی کا آڈیو پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبین وعلیٰ آلہ الطاہرین الطیبین واصحابہ اجمعین

محترم الحاج شہزادحنیف مدنی صاحب زیدہ مجدکم!

میں جب مدینۃ النور میں سکونت پذیر تھا تو اطلاع ملی کہ آپ کی زندگی کے ساتھی اللہ کو پیارے ہوگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ الحاج شہزادحنیف مدنی صاحب آپ کا دل اس وقت فگار ہے، رنجیدہ اورغم کی کیفیت میں ہے لیکن ہر آدمی نے اس منزل سے گزرنا ہے۔ ایک مفکر لکھتے ہیں کہ انسان لامحدود تنہائیوں کا جزیرہ ہے۔ بیوی اور رفیقۂ حیات وہ رشتہ ہوتا ہے جو تنہائیوں کا غم بانٹتا ہے۔ اچھا زندگی کا ساتھی خوشیوں کا امین ہوتا ہے اور انسان کی سرور بھری زندگی کی نگہبانی کرتا ہے۔ آپ کے حال اور احوال سے معلوم یہی ہوتا تھا کہ اللہ نے آپ کو پُرسکون زندگی کا تحفہ عطا فرما رکھا ہے۔ ویسے تو رشتوں اور ناطوں میں ماں کا درجہ بہت بلند ہے، یہ انسان کی جنت بھی ہے اور ہرانسان کی جنت اس کی ماں کی دعائیں ہیں اور ماں ہے لیکن کیا یہ عجیب تر اور لطیف تر بات نہیں ہے کہ جنت میں جب اللہ بہت سی نعمتیں عطا فرمائے گا تو ماں باپ کی وجہ سے جنت مل سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ وہاں جو رشتوں ناطوں میں نعمت دے گا وہ بیوی کی اور رفیقۂ سکون کی نعمت ہے جو اللہ تعالیٰ حوروں کی صورت میں عطا فرمائے گا۔ انسان اس دنیا میں زندگی کے پیچھے ایسے دوڑتا ہے جیسے کوئی بچہ تتلیوں کے پیچھے دوڑ رہا ہو۔ مفادات کی دوڑ ختم نہیں ہوتی لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ بیوی ایسا رشتہ ہے جو دکھوں میں خاوند کے لیے سکھ اور خوشیوں کا پیغام لاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اولاد کی صورت میں اس نعمت کا نور عطا فرماتا ہے۔ وہ خود سہتی ہے لیکن اپنے خاندان کو خوش رکھتی ہے۔ بیوی جو ایک مقام پر بیوی ہوتی ہے پھر وہی ماں بن جاتی ہے۔ کبھی وہ بیٹی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ دوہرے نور اور روشنیاں اور خوشبوئیں اس کے اندر رکھی ہیں یقیناً اس رشتے سے محرومی آپ کے لیے غم کا سبب ہے لیکن ''کل نفس ذائقۃ الموت'' ہر نفس نے اس محل، اس مقام اور اس منزل سے گزرنا ہے۔

الحاج شہزادحنیف مدنی صاحب! میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صبر جمیل کی دولت عطا فرمائے اور مرحومہ کو اللہ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ خاص کر دعا دوں گا کہ بی بی پاک کی کنیز بنا کر کے وہاں اٹھائے تا کہ ان کی روح آسودہ ہو اور آپ سب کے لیے وہ پیغام نور رہو اور پیغامِ رحمت ہو۔

اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

وآخر الدعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است

''یادیں اور باتیں'' نامی کتاب، پیر سید ریاض حسین شاہ جی کی وہ رازدارانہ باتیں ہیں جو آپ کے چہیتے اور لاڈلے شاگرد علامہ حافظ شیخ محمد قاسم نے صفحۂ قرطاس پر منتقل کی ہیں۔ شاہ جی کے روحانی مقامات سے روشناس ہونے اور میدان عمل و تصوف میں آبلہ پائی کرنے والوں کے لیے یہ کتاب بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ لاریب یہ کتاب تصنیف کر کے علامہ قاسم نے شاہ جی کے ماننے والوں پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ یہ کتاب قسط وار ماہنامہ ''دلیل راہ'' میں ایک مرتبہ مکمل چھپ چکی ہے لیکن قارئین کے مسلسل اصرار پر اس سلسلے کو دوبارہ پیش کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے ''تیری باتوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے''۔ (ادارہ)

حافظ شیخ محمد قاسم

حضرت عبداللہ بن مبارک کے غلام پر کفن چور ہونے کا الزام لگ گیا۔ ابن مبارک کو پتہ چلا تو آپ بہت غمگین ہوئے۔ ایک رات آپ چپکے چپکے غلام کے پیچھے ہو گئے۔ رات کا ایک حصہ گزرا تو غلام قبرستان گیا اور ایک قبر کھودی جس میں سے ایک محراب نمودار ہوئی، غلام نماز کے لیے کھڑا ہو گیا، عبادت کی اور گلے میں ٹاٹ کی گدڑی ڈالے سربسجود ہو کر زاروقطار رویا، صبح ہوئی تو قبر بند کی اور مسجد کی طرف بڑھ گیا۔ نماز کے بعد غلام نے دعا کی الٰہی! اب دن چڑھ آیا ہے میرا آقا مجھ سے دام طلب کرے گا تو ہی میری عزت کا محافظ ہے۔ معاً چاندی کا ایک دام غلام کے آگے گرا، یہ دیکھ کر ابن مبارک تڑپ گئے اور غلام سے پیار کیا اور فرمایا ایسے غلام پر ہزار جانیں قربان۔ غلام نے دعا کی اے اللہ! اب میرا راز ظاہر ہو گیا ہے میرا زندہ رہنا مناسب نہیں، روح نے اللہ اکبر کہتے ہی پرواز کی۔

عبداللہ بن مبارک نے ٹاٹ کی گدڑی میں ہی دفن کر دیا۔ رات حضور انور ﷺ خواب میں آئے اور فرمایا میرے دوست کو ٹاٹ کی گدڑی میں دفن کیا؟

اللہ والوں کے ماجرے عجب ہوتے ہیں۔ آدھی رات کے بعد اُن کی حکومت شروع ہوتی ہے۔ شاہ جی ہمیشہ دوستوں میں گھل مل کر رہتے ہیں، بعض اوقات معمولات سے لگتا ہے کہ شاہ جی اس دنیا کے آدمی نہیں اور بعض اوقات محسوس ہوتا ہے کیا شاہ جی کبھی رات کو سجادہ پر قائم بھی ہوئے ہوں گے یا نہیں۔ سرما کی طویل راتوں میں کئی بار ایسے ہوا کہ مجھے دوسو کلومیٹر گاڑی چلانی پڑی۔ شاہ جی کسی بوسیدہ قبرستان میں ٹوٹی ہوئی قبر پر کھڑے ہوئے لگا جیسے آپ خود کلامی میں مشغول ہوں۔ ایسی ہی ایک رات آپ نے عبداللہ بن مبارک کی یہ حکایت سنائی اور فرمانے لگے:

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است
ایں ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ تعمیرِ خلیل اطہر است
دل تجلی جلیل اکبر است

شاہ جی کا چہرہ روشنی سے دمک رہا تھا، اُن کے وجود میں جیسے روشنیاں کھب سی گئی ہوں، چاندنی دیکھ کر شاہ جی اکثر جن مسرتوں میں نہانے لگتے ہیں وہ پوری طرح عیاں تھیں۔ آپ نے ایک مزار دیکھا اور فرمایا یہ مزار ایک خاتون سیدہ ولیہ عارفہ کا ہے جن کا اسمِ گرامی سارہ خاتون تھا اور یہ سید غلام مصطفٰے شاہ الحسینی الباکری کی سگی بہن تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں میں نے خواب میں دیکھا، ایک آب جو میں پاؤں ڈالے بیٹھی تھیں، آنکھیں سرخ، لہجہ گرجدار اور اسلوب کوہستانی تھا، مجھے بعالم جلال بلایا اور فرمایا! پاؤں آبشار کے نیچے رکھو اور پانی میرے پاؤں پر ڈالنا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بعد فرمانے لگیں جاؤ! اللہ اللہ کرو اگر میں ایسے نہ کرتی تو تم مجذوب ہو جاتے۔ اب اللہ کی مخلوق کی خدمت کرو اللہ تمہیں عزت سے نوازے گا لیکن غفلت سے بچنا اور ذکر میں کثرت برتنا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی کو ایک تکلیف دیتا ہے تو اس کے بعد اسے دو سہولتیں اور دو خوشیاں عطا فرماتا ہے۔

سو تکلیف پر کڑھنا نہیں چاہیے اور مصیبت پر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

سختیوں کے ساتھ آسانی، صبر کے ساتھ کامیابی اور غم واندوہ کے ساتھ خوشحالی کے تحفے لابدی ہیں۔

قبلہ شاہ جی صاحب کی تفسیر "تبصرہ" میں سورہ "الم نشرح" سے ایک اقتباس

منجانب
عبداللہ یسین ٹریولز، محمد طارق گل